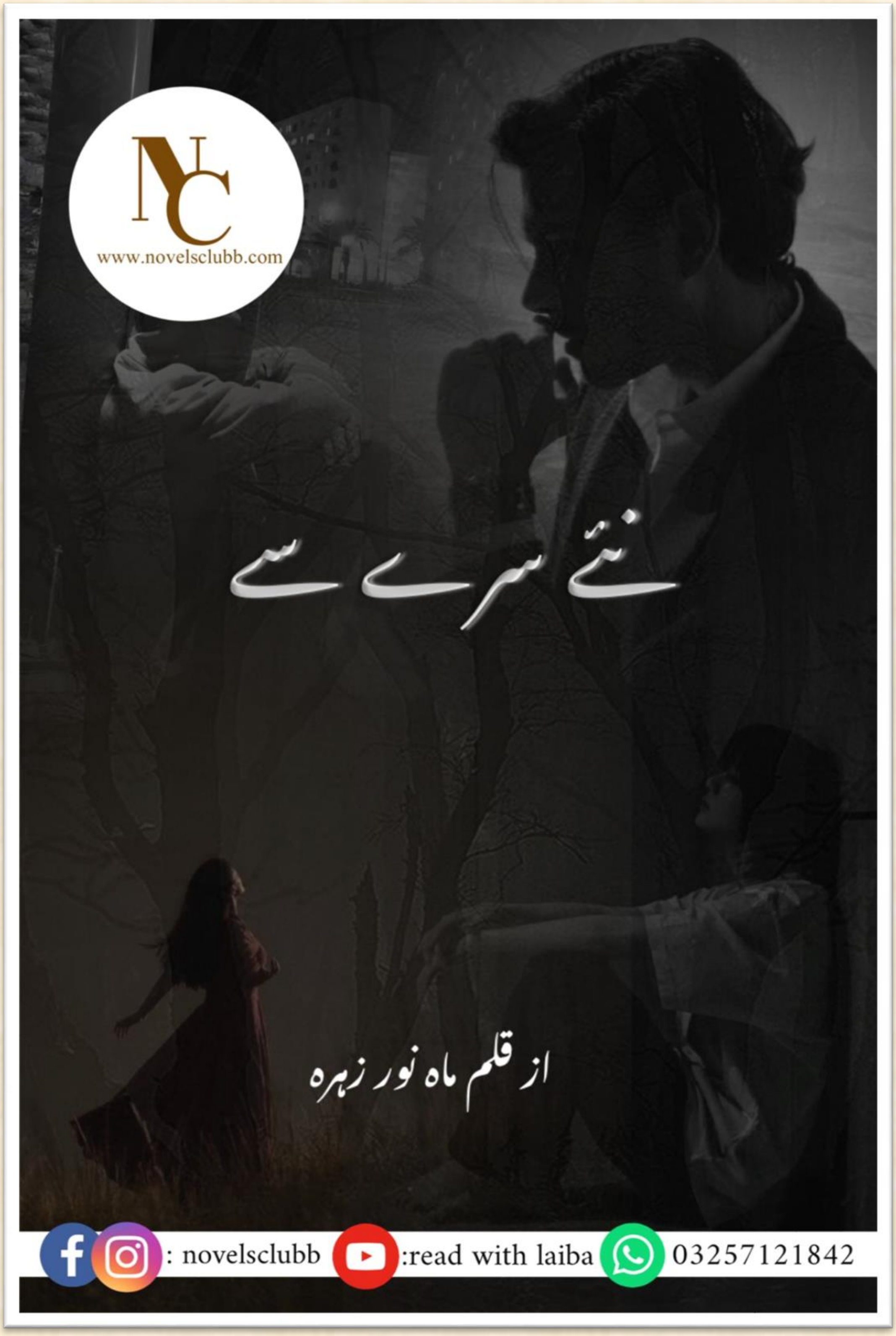
www.novelsclubb.com
نئے سرے سے
از قلم ماہ نور زہرہ
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

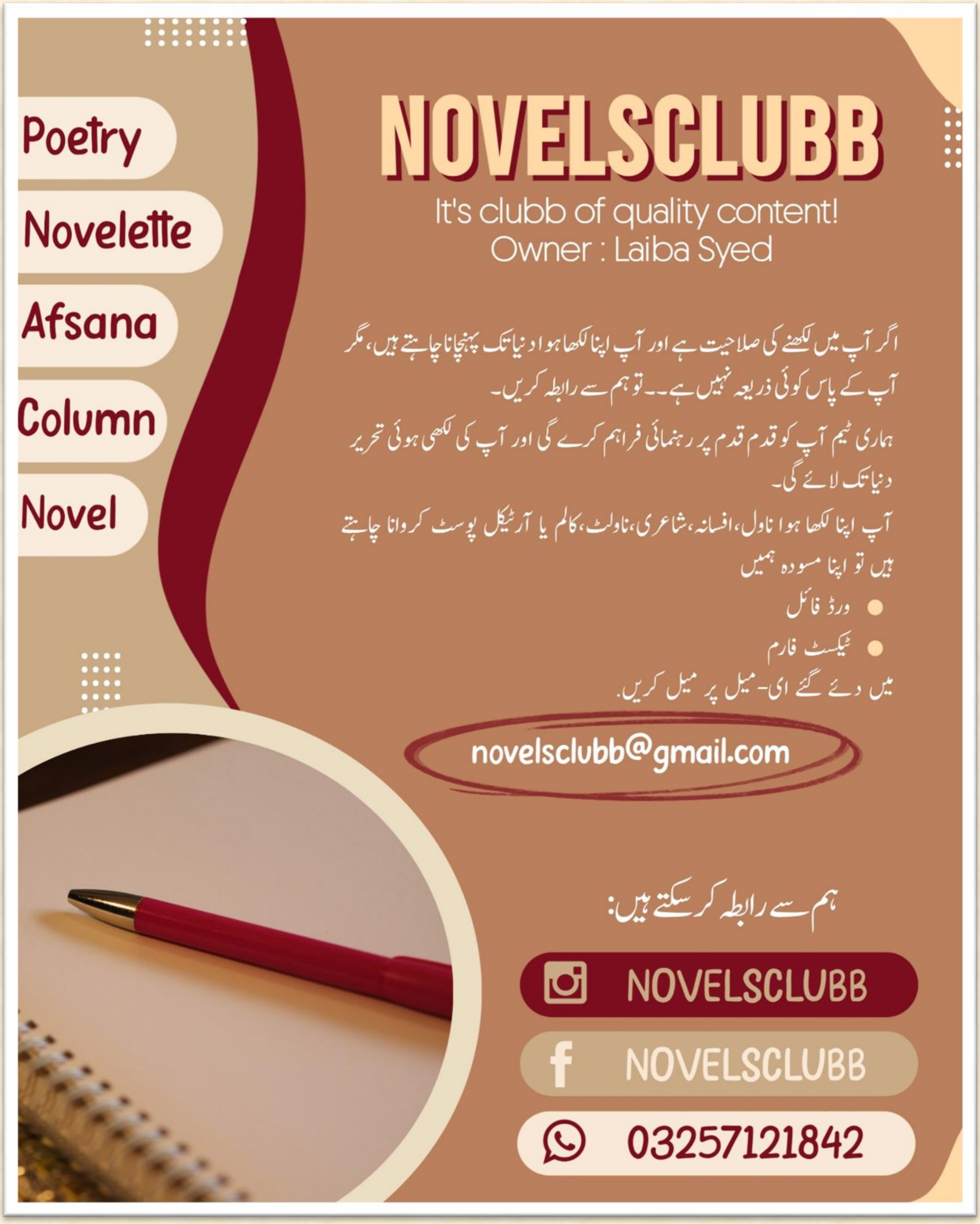

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

نئے سرے سے

از قلم

ماہ نور زہرہ

Clubb of Quality Content!

نئے سرے سے

(دو ناامید لوگوں کی کہانی)

باب 8

پہلا حصہ

وہ مکمل بچھڑتے نہیں

ماہ نور زہرا

وہ چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ایک کچن ساتھ ملحقہ ایک کمرہ اور ایک واش روم۔ یہ ابھرتا ہوا نوجوان یوٹیوبر صحافی تھا جو مشہور صحافیوں کے کانٹینٹ کو کاٹ چھانٹ کر کچھ مکس کر کے اپنی ویڈیو بناتا تھا یا پھر ان مشہور صحافیوں کے ساتھ چند ہی منٹ کا اشتراق کر کے مشہور ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس وقت اس کی ایک آنکھ پھول کر جامنی ہو گئی تھی۔اس کے دونوں ہاتھوں کو مختار نے گردن کی پشت پر دباؤ ڈال کر اپنے ہاتھوں کے ساتھ لاک کر کے رکھے تھے۔ کھڑکیاں کھلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے دھوپ فرش پر پڑ رہی تھی۔

ضیغم اس کا لیپ ٹاپ اٹھائے بتائی گئی فولڈر سے مطلوبہ ویڈیو ڈھونڈ رہا تھا۔اس نے سر پر کیپ چڑھا رکھی تھی اور ناک تک بلیک ماسک چڑھائے،اس کی گرے آئز بہت نمایاں اور خوفناک تھیں۔

"Bingo" ضیغم جوش سے چٹکی بجاتا وہ ویڈیو اب اس کے لیپ ٹاپ سے ڈیلیٹ کر رہا تھا جس کے بارے میں شہباز نے اسے دھمکی دی تھی۔

اس نے مزید پندرہ منٹ اس کے لیپ ٹاپ کے ساتھ گزارے اور مطمئن ہو کر وہ لیپ ٹاپ پرے دھکیلتا اٹھا تھا۔

اس یوٹیوبر نے یاسیت سے اپنے ایپل کے لیپ ٹاپ کو دیکھا تھا جو اس نے بہت مشکلوں سے خریدی تھی۔اس کے بازو تکلیف سے شل ہو رہے تھے۔

ضیغم جینز کو اوپر کھینچتے ہوئے پنجوں کے بل بیٹھا اور اس کی تھوڑی کو اوپر اٹھا چکا تھا۔

"اگر تم نے کوئی چالاکی دکھائی تو میرا بندہ تمہارا بہت برحال کریگا۔" اس نے جھٹکے سے اس کی تھوڑی چھوڑی تھی۔

وہ درد سے کراہا تھا اور دل ہی دل میں گالیاں دیتے ہوئے ضیغم کو اٹھتے ہوئے دیکھنے لگا۔

"تم چوبیس گھنٹے surveillance میں ہو گے۔"

وہ اسے وارن کرتا فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

مختار اس کے بازؤں پر زور ڈالتا اسے چھوڑ کر اٹھا تھا۔

وہ درد سے دہرا ہوتا فرش پر گر پڑا تھا۔

☆☆☆☆

وہ دونوں آدھے گھنٹے سے ابو جی کے ارد گرد بیٹھی ہوئی تھی۔اماں بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اور افاف ٹھنڈے فرش پر باپ کی پشت کی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔کشادہ صحن پر خوب دھوپ برس رہی تھی۔چولہے پر آگ اب تک لگی ہوئی تھی۔

وہ ڈینائل سے شاک اور شاک سے حقیقت قبول کرنے کے مراحل میں پہنچ گئی تھیں۔

ابو جی نے پہلے کیا کیا تھا؟ہاں بھائی کا ڈیتھ سرٹیفیکیٹ بنایا تھا پھر؟

وہ دونوں گھٹنوں کو ملائے دونوں بازوں ملائے ان پر تھوڑی رکھے ایک ایک کر کے بھائی کی فوتگی کے واقعات یاد کر رہی تھی۔اب اس گھر میں کوئی مرد نہیں تھا سو کفن دفن تو اب ان عورتوں نے کرنی تھی۔

پھر ابو جی انہیں غسل کے لیے لے گئے ہونگے اور کفن؟ہاں ابو جی عمرے سے لائے تھے اپنا کفن؟پھر قبر؟قبر کیسے بنوائی تھی؟

وہ تکلیف سے گہرا سانس بھرتی اٹھی تھی۔

"اماں ہمیں ہیلپ چاہیے ہو گی، ابو جی کی تدفین کے لیے۔" اس کا لہجہ اور آنکھیں خشک تھی۔ وہ بھائی کی موت پر اتنا رو چکی تھی کہ اب اس میں رونے کی ہمت نہیں بچی تھی۔ اس کا دل دکھ سے پھٹ رہا تھا پر آنکھیں خشک تھی۔

"ہاں۔ تمہارے بھائی کی دفعہ بھی محلے والوں نے مدد کی تھی۔ تم جاؤ نا، میں تو اب باہر بھی نہیں نکل سکتی۔" اماں کی آواز ایسی تھی جیسے گلہ خراب ہو گیا ہو۔

افاف سر ہلاتی مڑی تھی۔ وہ محلے میں ہر اس آنٹی کے پاس گئی تھی جو ان کی مدد کر سکتی تھیں۔

مرتضی صاحب کی موت سب کے لیے شاکنگ تھا۔ کچھ مہینے پہلے ہی تو ایک جنازہ اٹھا تھا اور اب دوبارہ اس تکلیف سے گزرنا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

محلے کے مردوں نے ڈیتھ سرٹیفیکیٹ بنانے کا بیڑہ اٹھا لیا تھا۔

وہ قمیض کے بازوں مروڑے محلے کی خواتین کے ساتھ بیٹھک میں چٹائی بچھا کر اب اسٹور سے چارپائی اٹھائے بیچ میں رکھ رہی تھی۔

بیٹھک تیار ہو چکا تھا۔ وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے خالی چارپائی کو دیکھ رہی تھی۔ محلے کی خواتین دوسرے کمرے میں اماں کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ اسے اس کمرے سے عجیب سی وحشت ہو

رہی تھی۔ یہ کمرہ منحوس تھا نہیں بلکہ یہ گھر ہی منحوس تھا۔ اس گھر سے دو میتیں اٹھ چکی تھیں۔ اب زندگی پہلی جیسی رہی بھی نہیں تھی۔ پہلی جیسی بے فکری تو ختم ہو چکی تھی۔

وہ چٹائی پر بیٹھ کر گھٹنوں کے گرد دونوں بازو باندھ کر بیٹھ گئی تھی۔ آنسو گال سے سے پھسل کر گھٹنے پر گرا تھا۔ اسے رونے سے نفرت تھی۔ وہ آسانی سے نہیں روتی تھی نا چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل چھوٹا کر کے بیٹھتی تھی۔ وہ تب بھی نہیں روئی تھی جب بھائی نے اسے زندگی میں پہلی دفعہ تھپڑ مارا تھا۔ اسے کبھی مستقبل کا خوف محسوس نہیں ہوا تھا پر اب پہلی دفعہ مستقبل سوالیہ نشان لگ رہا تھا۔ ابو جی ان مردوں میں سے تھے جو فیملی کو خود پر dependent رکھتے تھے۔ گھر کا چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ابو جی کرتے تھے۔ اماں اور افاف نے کبھی وہ کام نہیں کیے تھے جو ابو جی کرتے تھے تو اب کیا ہو گا؟

اسے گیٹ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ بہت سے مرد ابو جی کو غسل کفن دینے کے بعد اب ان کی میت اندر لا رہے تھے۔

افاف کو لگا تھا اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ وہ سینے کو ہاتھ سے مسلتے ہوئے کمرے سے باہر نکلی تھی۔

☆☆☆☆

یہاں مغرب کی اذان کی صدا گونجی تھی اور یہاں بسام اندر داخل ہوا تھا۔

اسے ایک ہفتہ ہوا تھا آئی ٹی کمپنی میں انٹرن شپ لگے۔اس کا آفس سوان گارڈن کے قریب تھا۔اس کی تنخواہ کم تھی اور پیٹرول پر پیسے زیادہ لگ رہے تھے پر ایکسپیرینس کے چکر میں سارے نوجوان کچھ نہ کچھ برداشت کر ہی رہے ہوتے ہیں۔وہ آفس سے آنے کے بعد ٹیوشن پڑھانے چلا جاتا تھا۔ناصرہ تو اب اس کے ساتھ بیٹھنے کو بھی مس کرتی تھی۔

وہ سر کے بال سائیڈ کی مانگ نکال کر کھولے سفید شرٹ،بلیک جینز پہنے اندر داخل ہوا تھا۔اپنے اوپر پیسہ لگانا تو وہ معیوب بات سمجھتا تھا۔ناصرہ نے بچت کر کے اس کے لیے پانچ چھ شرٹیں لے لی تھیں جو وہ الٹرنیٹ دنوں میں پہنتا تھا۔

سادی سی شرٹ اور سویٹر پہنے وہ ڈائننگ میز پر بیٹھا قیمہ روٹی جلدی جلدی کھا رہا تھا۔اسے آٹھ بجے ٹیوشن پڑھانے جانا تھا اور واپسی گیارہ بجے ہوتی تھی۔

امی اور نوال بھی اس کے ساتھ جلدی ڈنر کر لیا کرتی تھی۔

"صائقہ بتا رہی تھی کہ مرتضیٰ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔صائقہ ان کے سیکٹر میں رہتی ہے جو شافعہ کے کپڑے سیتی تھی۔"وہ اب بسام کے لیے جگ سے گلاس میں پانی بھر رہی تھیں۔

بسام کا ہاتھ رکا تھا۔

نوال سر جھکائے چپ چاپ کھانا کھا رہی تھی۔

امی نے گلاس اس کے سامنے رکھا تھا۔

"ماں تو اب عدت میں چلی گئی ہو گی۔ شافعہ نے بتایا تھا کہ شہباز کی ماں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ ماں باپ کے مر جانے کے بعد میکہ بھی ختم ہو گیا اور باپ کی سائیڈ کے رشتے داران سے کھچے کھچے رہتے تھے۔ نجانے تدفین کے لیے کیا کیا ہو گا۔ کتنا سونا ہو گیا ہو گا ان کا گھر؟"

بسام اپنے پلیٹ پر نظریں جمائے ماں کو سن رہا تھا۔ کچھ ہفتوں پہلے کی ملاقات اس کی آنکھوں کے سامنے گھومی تھی۔ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ کاش وہ ان کی مدد کر سکتا۔ کیا وہ ان کی خبر گیری بھی نہیں کر سکتا؟ انہیں کتنی چیزوں کی ضرورت ہو گی اب۔

"کھاؤ نا۔" ناصرہ نے پیار سے بسام کے کندھے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"بس امی۔ میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ چلتا ہوں۔" وہ کرسی دھکیل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ابھی سے۔" انہوں نے گردن موڑ کر دیوار پر لگی گھڑی کو ساڑھے سات بجاتے دیکھا تھا۔

"امی نزدیک تو نہیں ہے ناٹیوشن سینٹر۔ نوال تم پھوپھو سے ملنا چاہتی ہو؟ تمہارے داد۔۔۔"

"نہیں۔" نوال نے صفاچٹ انکار کر کے بسام کو لاجواب کر دیا تھا۔

بسام اسے سمجھانے کے بجائے سر ہلا کر مڑا تھا۔

اس کا دل بوجھل ہو گیا تھا۔وہ بوجھل دل کے ساتھ لاؤنج کے صوفے پر پڑا جیکٹ اٹھا کر پہنتا باہر نکلا تھا۔

☆☆☆☆

سیگل محل بھی عجیب سا ہو چکا تھا۔ایک تناؤ تھا جسے سب محسوس کرتے تھے۔عالیہ نیہا اور احمد ستی ملک سے باہر گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے۔

رئیسہ جب سے گھر واپس آئی تھی ان کی اور علی کی بہت مختصر گفتگو ہوتی تھی۔ایک کمرے میں رہتے ہوئے بھی دونوں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔رئیسہ ضیغم کا سامنا نہ ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھی۔ایک خوف سا تھا جو اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔

علی ضیغم کی وجہ سے پریشان رہنے لگے تھے۔ان کے وفادار چوری چھپے ضیغم پر نظر رکھے ہوئے تھے اور ضیغم اس سب سے بے خبر نہیں تھا بس وہ خاموش تھا۔علی اور ضیغم کے درمیان کھچاؤ رئیسہ باخوبی دیکھ رہی تھی۔

ضیغم خوشبو میں نہایا، بلیک جینز پر بلیک شرٹ پہنے، بالوں کو نفاست سے لئیر زمیں کھولے کہیں جانے کے لیے تیار تھا۔ وہ اتنا حسین تھا کہ اس سے نظر ہٹتی نہیں تھی۔ کبھی کبھی علی کو اس پر رحم آتا تھا۔ وہ اتنا تشدد پسند کیوں ہو گیا تھا؟

"کہاں جا رہے ہو؟"

وہ سیڑھیوں سے اتر کر لابی سے گزر رہا تھا جب پشت کی طرف سے علی کی آواز آئی تھی۔

ضیغم آنکھیں میچتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔

رئیسہ کہنی میں پرس لٹکائے کہیں جانے کے لیے تیار لگ رہی تھی۔ وہ سیڑھیوں کے قریب ہی شیر کے مجسمے کے پاس کھڑی ہو گئی تھی۔

"میں ان سوال وجوابات سے تنگ ہوتا ہوں ڈیڈی۔ ناٹ اے چائلڈ اینی مور۔" وہ مڑا نہیں تھا۔

"میرے لیے اب بھی چائلڈ ہو۔ تم مجھے بتایا کرو گے کہ کہاں جا رہے ہو۔ کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ۔" علی کا لہجہ خود بخود ہی درشت ہو گیا تھا۔

ضیغم چہرے پر بیزاری بھرتے ہوئے مڑا تھا کہ اس کی نظر باپ کے عقب میں سیڑھیوں کے پاس کھڑی رئیسہ پر پڑی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی گرے آئز نے رئیسہ کو بہت کچھ یاد دلایا تھا۔اس نے بے اختیار نظروں کارخ پھیرا تھا۔

"اسے خوش کرنا چاہ رہے ہیں نا آپ ؟اس طرح سے پوچھ گچھ کر کے۔"

علی نے گردن موڑ کر رئیسہ کو دیکھا تھا پر وہ یونہی کھڑی رہی۔

علی نے چہرہ موڑ کر ضیغم کو کہنی سے تھاما تھا اور اسے گھسیٹتے ہوئے لیونگ روم تک لے آیا تھا۔اب وہ دونوں رئیسہ سے دور ہو گئے تھے۔

"فضول بکواس نہ کرو۔دو لوگوں کو مار کر تم اتنے ریلیکس کیسے نظر آ سکتے ہو؟ میں کب تک تمہارا گند صاف کرتا رہو نگا؟" علی نے اکتا کر ضیغم کو دیکھا تھا۔

"میں یہاں سے شفٹ ہو رہا ہوں تا کہ آپ میرا گند نہ صاف کریں اور میں ایسی جگہ شفٹ ہو رہا ہوں جو آپ کی جائیداد میں سے نہیں ہے۔" ضیغم نے اپنی کہنی ان کے ہاتھ سے چھڑائی تھی۔

"اور ہاں مختار کو اب میں نے رکھ لیا ہے۔"

"میں اسے نکال چکا ہوں۔"

"میں اسے رکھ چکا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہے ہو؟"

"جس میں آپ ڈیزرو کرتے ہیں۔"

دونوں میں دوبدو گفتگو جاری تھی۔لیونگ روم کا ماحول زہر آلود ہو چکا تھا اور اب ضیغم کے درشت لہجے میں دیے گئے جواب کے بعد لیونگ روم خاموش ہو گیا تھا۔

علی کو نہایت سبکی اور دکھ محسوس ہو رہا تھا۔وہ ضیغم کی پشت کو دیکھتے رہے جواب رکے بنا آگے بڑھ رہا تھا۔

علی چند پل یونہی کھڑے لیونگ روم میں گرے بھاری پردوں کو دیکھتے رہے۔

اتنا بڑا گھر یک دم کاٹ کھانے کو دوڑنے لگا تھا۔وہ پہلے بھی ضیغم کے بغیر رہے تھے پر اب وہ اسے چھوڑنے کا علان کر چکا تھا اور اولاد کا ماں باپ کو یوں چھوڑ کر چلے جانے دل چیر کر رکھ دیتا ہے۔

وہ بمشکل اپنے احساسات پر قابو رکھے لابی کی طرف آئے تھے۔رئیسہ بالوں میں ہاتھ پھیرتی راہداری کی جانب بڑھ رہی تھی۔

علی نے چہرہ اٹھا کر رئیسہ کی پشت دیکھی تھی۔

"آج ڈنر تم بنالو گی؟"انہوں نے دھیمے لہجے میں اس کے اخروٹی رنگ بال دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

رئیسہ کا بالوں کو سیٹ کرتا ہاتھ ٹھہرا تھا۔وہ ایڑھی پر گھومی تھی۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟"وہ موہوم سی آس چہرے پر سجائے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"رئیسہ، میں بھولتا نہیں ہوں۔میں نے موآن کیا ہے۔"

رئیسہ کے چہرے پر ایک سایہ گزرا تھا۔نہ وہ سر اثبات میں ہلا سکی نہ انکار میں۔

بس وہ یونہیں جامد احساسات لیے کھڑی رہی۔

☆☆☆☆

ناول کلب
Clubb of Quality Content

آئی الیون والے گھر میں کئی دنوں سے خاموشی سی تھی۔اماں بھی چپ چپ رہتی تھیں اور افاف بھی۔طوبیٰ قل والے دن بچوں سمیت آئی تھی اور پھر اس کے بعد نہ وہ آئی نہ اس نے کال کی تھی۔

رشتہ داروں میں سے بھی اکادکا لوگوں نے ہی فون پر تعزیت کی تھی۔یہ محلے کی خواتین ہی تھیں جو کئی راتوں سے افاف اور اماں کے ساتھ رات گزار رہیں تھی۔ قل کے دن کھانے کا انتظام بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔

عجیب سوگوار سے دن تھے جو گزر رہے تھے۔ابو جی چلے گئے یقین ہی نہیں آتا تھا۔اس گھر میں مرونی سی چھائی ہوئی تھی۔ کئی دنوں سے گھر کا چولہا نہیں جلا تھا۔بس جو سالن محلے سے آیا ہوتا وہی گرم کر کے کھا لیتے تھے اور برتن سنک میں جمع ہوتے رہتے۔کپڑے کب کے ان دھلے رکھے ہوئے تھے۔بیڈ سائیڈ ٹیبلز پر دھول پڑی ہوئی تھی۔

افاف کو کچھ دنوں پہلے ہی ایک جگہ سے انٹرن شپ آفر ہوئی تھی۔وہ تو انٹرویو دے کر بھول بھی گئی تھی۔اب ایک انٹر نیشنل این جی او سے انٹرن شپ آفر ہونے کے بعد وہ کچھ دن سوچتی رہی کہ جوائن کرے یا نہیں اور بالآخر جوان کرنے کا سوچ کر اس نے اماں کو فیصلہ سنایا تھا۔

"ہاں مرضی ہے چلی جاؤ۔گھر بیٹھ کر بھی کیا ہی کرتی ہو۔"اماں نے تکیے سے کور اتارتے ہوئے بس اتنا کہا تھا۔

این جی او ر جی ٹن مرکز میں تھا۔شروع میں افاف کو روزانہ کا جانا برا نہیں لگ رہا تھا پر اب یہ خواری لگ رہی تھی۔انٹرن شپ کی تنخواہ کم اور ان ڈرائیو پر پیسے زیادہ لگتے تھے۔اس پر روزانہ کپڑے ڈیسائیڈ کرنا کہ آج کیا پہننا ہے بہت مشکل ہو گیا تھا۔

انہیں دنوں میں جب وہ ابو جی کے اے ٹی ایم سے پیسے نکلوانے گئی تو پتا لگا بینک اکاؤنٹ جام ہے۔ بینک کے عملے سے پوچھ پڑتال کے بعد پتا لگا کہ اب پاکستان کا قانون بدل چکا تھا۔ ماں باپ کے جانے کے بعد ان کے اکاؤنٹ سے اولاد ڈائریکٹ پیسے نہیں نکلوا سکتی بلکہ حکومت اسے فریز کر دیتی ہے اور انہیں اب عدالت سے رجوع کرنا ہوگا۔

اماں اور افاف سر پکڑے گھر کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مارچ کی ٹھنڈ جنوری جیسی نہیں تھی پر رات کو پھر خنکی ہوتی تھی۔

"اماں اب ہم عدالت جائے گے؟ کہاں جاتے ہیں عدالت میں اور کس سے بات کرتے ہیں؟ کیا ہوتا ہے پروسیس؟" وہ بیچارگی سے سر موڑ کر اماں کو دیکھ رہی تھی جو چپس سے بنے فرش پر نظریں جمائے گم سم بیٹھی ہوئی تھی۔

"کاش شہباز بھائی ہی کچھ سمجھا لیتے۔ ابو جی نے تو کبھی دنیاداری نہیں سکھائی۔ انسان بیٹیوں کو کچھ تو سکھاتا ہے، ہر حالت کے لیے تیار کرتا ہے۔ اماں اب ہم کیا کرینگے؟" وہ روہانسی ہو گئی تھی اور اماں نے ہاتھ سے 'پتا نہیں' کا اشارہ کیا تھا۔

عجیب بلا نے اس گھر کی راہ دیکھ لی تھی۔

آج دھوپ کھل کر صحن پر پڑ رہی تھی۔افاف آفس گئی ہوئی تھی۔اماں واش روم سے دھ لے ہوئے کپڑوں کی بالٹی لے کر باہر نکلی تھی کہ کسی نے گھر کی گھنٹی بجائی تھی۔

"کون ہے؟"اماں نے بالٹی صحن میں رکھ لی تھی اور گیٹ کے سمت دیکھنے لگی۔

وہ فجر کے وقت سے کپڑے دھو رہی تھی اور پھر لٹکانے اوپر چلی جاتی۔اس عمل سے وہ شدید تھک چکی تھیں۔

"آنٹی میں ضیغم ہوں۔"

اماں نے اوہ کے انداز میں ہونٹ سکیڑے تھے۔

"بیٹا میں عدت میں ہوں۔معاف کیجیے گا اندر نہیں بلا سکتی۔افاف ہوتی گھر تو شاید وہ دروازہ کھول کر آپ سے بات کر لیتی۔"اماں نے دھوپ کے باعث آنکھیں چھوٹی کر لی تھیں۔

"میں انکل کی تعزیت کرنے آیا تھا لیکن خیر ہے کوئی بات نہیں۔"

کچھ دیر دوسری جانب خاموشی رہی۔اماں کو لگا شاید وہ چلا گیا ہے جب گیٹ کے دوسری جانب سے اس کی آواز ابھری تھی۔

"افاف اس وقت کہاں ہیں؟آئی مین وہ کب تک واپس آ جائینگی؟"

"بیٹا وہ تو اس وقت آفس میں ہے۔"

"نام پتا ہے آفس کا؟"

"جی ٹن میں ہے۔ سیو۔۔۔ سیویر۔۔۔ پتا نہیں ایسا کچھ نام ہے۔ بھول گیا ہے مجھے۔ پر وہ شام کو آئے گی۔"

"او کے تھینک یو۔ اللہ حافظ۔"

وہ عینک آنکھوں پر چڑھاتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔ اسے آنٹی سے ملنا بھی نہیں تھا۔ وہ جس کے بہانے یہاں آیا تھا وہ تو کہیں اور تھی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ مرتضیٰ صاحب بھی اس دنیا سے چلے جائینگے پر ان کا جانا اچھا ثابت ہوا تھا۔ وہ دونوں خواتین اکیلی رہ گئی تھی اور یہ ایک اچھا وقت تھا اف کی زندگی میں مرد کی کمی کے احساس دلانے کا۔ وہ اسے خود پر dependent کرنا چاہتا تھا۔

وہ گاڑی ریورس کرتے ہوئے مسلسل مسکرا رہا تھا۔

☆☆☆☆

قبرستان میں خاموشی سی تھی۔ شام کا سورج دور کہیں آسمان پر دکھ رہا تھا پر اس کی شعائیں مدہم پڑ چکی تھی۔ ٹھنڈی سی شام نے قبر کا احاطہ کر رکھا تھا۔

بسام کچی مٹی پر جو گرز رکھتے ہوئے خود کو قبروں پر پاؤں رکھنے سے بچاتے ہوئے، نوال کو گود میں اٹھائے شہباز کی قبر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اور نوال اور کبھی کبھی ناصرہ شہباز کے قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے آتے تھے۔ شہباز کی قبر سے کچھ فاصلے پر شافعہ کی قبر تھی۔ نوال ہاتھوں میں پھولوں کا شاپر پکڑے ہوئی تھی، بسام نے اسے گود میں اٹھا رکھا تھا۔

اس کے اور قبر میں تھوڑا سا ہی فاصلہ رہ گیا تھا جب اس نے روئی روئی آنکھوں والی عورت کو اٹھتے دیکھا۔ اس نے کڑھائی والی کالی چادر پہن رکھی تھی۔ وہ خوبصورت خاتون تھیں۔ ان کی آنکھوں میں بسام اور نوال کے لیے اچنبھا در آیا تھا۔ بسام جان گیا تھا کہ یہ طوبیٰ ہو نگی۔ شہباز کی قبر پر اس کی بہن، بیوی اور شافعہ کے گھر والوں کے علاوہ اور کون آسکتا تھا۔

طوبیٰ کی آنکھوں میں پہلے حیرانی تھی اور پھر جیسے اسے بھی کچھ کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔ اس چھوٹی سی بچی کی شہباز سے بہت مماثلت تھی۔

نفرت کی ایک لہر طوبیٰ کے جسم میں دوڑی تھی۔ ابرو خود بخود اکٹھے ہو گئے تھے۔

بسام نے فوراً سے نظریں نیچی کر لی تھیں پر نوال انہیں ہی دیکھے جا رہی تھی۔ طوبیٰ بنا کچھ کہے مڑی تھی۔ اس کو دور جاتا دیکھ کر بسام قریب آیا تھا اور قبر کے قریب رکھے پتھر پر نوال کو بٹھایا تھا۔ نوال شاپر کھول کر پھول نکال کر قبر پر پھیلانے لگی۔

بسام دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"یہ میری دوسری ماما تھیں۔"

بسام کے ہونٹ رک گئے تھے۔وہ بھول گیا تھا کہ وہ فاتحہ اختتام کرنے والا تھا یا بیچ میں تھا۔

وہ شش و پنج میں کھڑا رہا کہ اسے کیا بتائے۔شاید وہ جانتی ہو اور جھوٹ بولنے کا فائدہ نہ ہو۔

"آپ کو کس نے بتایا؟"

"جب میرے Twin siblings پیدا ہوئے تھے تو بابا نے ان کی پکچر دکھائی تھی مجھے۔یہ بھی تھیں اس پکچر میں پر یہ بیمار لگ رہی تھیں۔ہم ساتھ رہ سکتے ہیں؟"اس نے سر اٹھا کر بسام کو دیکھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

شام کے وقت قبرستان میں خاموشی تھی۔اس وقت وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔بس ٹھنڈی سی ہوا تھی جو بسام کو اپنی پشت پر لگتی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیوں رہنا چاہتی ہو ان کے ساتھ؟"

"میرے فرینڈز اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہتے ہیں تو میں بھی رہوں گی پھر۔وہ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں شرارتیں کرتے ہیں۔مجھے بھی کرنی ہیں۔"

"آپ میرے ساتھ کر لیا کرو۔"وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"آپ میرے بھائی نہیں ہیں اور آپ بڑے ہیں۔مجھے نہیں کرنی آپ کے ساتھ شرارتیں۔"

بسام کچھ کہنے کے لیے لب کھولنے والا تھا کہ اس نے ہونٹ آپس میں ملا لیے۔اسے لگا تھا شافعہ کی موت کے بعد نوال چپ چپ سی رہنے لگی ہے پر اب بھی کبھی کبھی وہ بال کی کھال اتار کر دوسرے کو زچ کر دیتی تھی۔وہ نوال سوئی نہیں تھی بس کبھی کبھی سامنے آتی تھی اور اس وقت جواب دینے کا مطلب اسے بحث کی دعوت دینا تھا۔

بسام سر جھٹکتا ایک قدم آگے بڑھا تھا کہ اس کی نظر قبر کے دوسری طرف گری چابی پر پڑی تھی۔

وہ قبر کی دوسری طرف گھوم کر جھکا تھا اور گاڑی کی چابی اٹھائی تھی۔

"یہ دوسری ماما کی ہو گی۔"نوال نے بسام کی انگلیوں میں جھولتی چابی کو دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا تھا۔

"شاید۔تم ادھر ہی بیٹھو۔میں جلدی سے پارکنگ کی طرف جاتا ہوں۔وہ پریشان ہو نگی۔"

بسام اسے سمجھاتا تیز تیز پارکنگ کی طرف بڑھنے لگا۔پارکنگ بہت دور تھی۔وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

اسے دور سے ہی قبروں سے بچتے ہوئے پریشان سی طوبیٰ دکھی تھی جس کا رخ شہباز کی قبر کی طرف جاتے راستے کی طرف تھا۔

بسام نے ہاتھ اوپر کر کے ہوا میں چابی لہرائی تھی جسے طوبیٰ نے دیکھ کر سکھ کا سانس لیا تھا۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس کی طرف آرہی تھی۔

"آپ کی چابی ادھر گری ہوئی ملی۔"بسام نے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔وہ دایاں ہاتھ کمر پر رکھے گہری سانسیں لے رہا

تھا۔

طوبیٰ نے بغیر شکریہ کہے چابی تھام لی تھی۔اس کے چہرے کے تاثرات سخت تھے۔وہ چابی تھام کر مڑنے لگی تھی کہ سر دوبارہ سے بسام کی طرف موڑا تھا۔

"بچی کہاں ہے؟"

"بچی؟"بسام نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔اسے لگا شاید طوبیٰ نوال سے ملنا چاہ رہی ہے"اسے میں ادھر ہی بٹھا کر آپ کی طرف آرہا تھا کہ آپ پریشان۔۔۔"

"تم پاگل ہو؟"طوبیٰ نے درشتی سے اسکی بات کاٹی تھی۔

"قبرستان خالی ہے۔ صرف یہاں کا خیال رکھنے والے یہاں قریب میں رہتے ہیں جو نہایت غریب ہوتے ہیں۔"

وہ آگے بڑھی تھی اور بسام حیران ہوتا اس کے پیچھے چلنے لگا۔

"بچوں کو کوئی یوں اکیلا چھوڑتا ہے؟ اسے کسی نے اٹھالیا تو؟ کس کے سہارے اسے چھوڑ کر آگئے تم؟" وہ تیز تیز چلتے ہوئے بسام پر غصہ اتار رہیں تھی۔

بسام کو یک دم خوف نے آگھیرا تھا۔ وہ جگہ تو بالکل سنسان تھی۔ اگر کسی نے اسے اغوا کرنے کی کوشش کی تو وہ تو بھاگ بھی نہیں سکتی۔

بسام یک دم دھول اڑاتا بھاگنے لگا۔ اس کے سینے میں جکڑن ہو رہی تھی۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ قبرستان کے گرد و نواح میں شور مچاتے کیڑے مکوڑے اسے مزید خوف میں مبتلا کر رہے تھے۔

طوبیٰ اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ پارکنگ شہباز کی قبر سے دور تھی اور شہباز کی قبر تک کا فاصلہ سمٹنے میں نہیں آرہا تھا۔ سورج دم توڑ چکا تھا اور ملگجا سا اندھیرا پھیل رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

اسے دور سے سرخ فراک اور پونی میں بندھے بال نظر آئے تھے تو اس کی سانس بحال ہوئی تھی پر وہ اکیلی نہیں تھی۔ایک سادہ شلوار قمیض پہنے، دائیں ہاتھ میں لوٹا پکڑے شخص اس کے قریب دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔غصے اور خوف کی ایک تیز لہر بسام کی رگوں میں دوڑی تھی۔

وہ ہانپتا ہوا ان کے قریب پہنچا تھا۔وہ اتنی زور سے سانسیں کھینچ رہا تھا کہ اس آدمی نے سر اٹھا کر بسام کو دیکھا تھا۔

"ہٹو یہاں سے۔کیا کر رہے ہو بچی کے قریب؟"بسام تیز آواز میں چلاتا اس آدمی کو پشت کی طرف کالر سے پکڑتا اٹھا چکا تھا۔

نوال سر اٹھائے بسام کے تنے اعصاب دیکھ رہی تھی۔اس نے کبھی بسام کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

طوبیٰ بھی تیز تیز سانس کھینچتے ہوئے نوال کے عقب میں کھڑی ہو گئی تھی۔

"بھائی میں یہی نزدیک رہتا ہوں۔قبروں کو روزانہ پانی ڈالتا ہوں۔ان پر پودا لگاتا ہوں۔"وہ منمنایا تھا۔

"دفع ہو یہاں سے۔"بسام نے جھٹکے سے اس کا کالر چھوڑا تھا۔

وہ تیزی سے اونچی نیچی ڈھلوان پر تیز تیز چلتا دور جانے لگا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"دوسری ماما کو چابی دے دی؟" نوال پھول کی پتی میں ناخن سے دراڑ ڈالتے ہوئے سر اٹھا کر بسام کو دیکھنے لگی۔

بسام کا سانس ابھی تک بحال نہیں ہوا تھا۔ اس نے جھک کر نوال کو گود میں اٹھایا تھا۔

'دوسری ماما' کے لفظ پر طوبیٰ ٹھہر سی گئی تھی۔ سانس بھی آہستہ آہستہ لینے لگی تھی۔

بسام بھول گیا تھا کہ اس کے پیچھے طوبیٰ بھی بھاگ رہی تھی۔ اس سوال پر یک دم طوبیٰ یاد آئی تھی تو اس نے گردن موڑی تھی۔

طوبیٰ کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جسے پڑھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"انہوں نے کچھ کہا پھر؟ بات کی آپ نے؟" نوال بسام کے کالر سے کھیلنے لگی۔

بسام آہستہ سے مڑا تھا اب طوبیٰ اس کا نیم رخ دیکھ سکتی تھی۔ نوال نے یک دم گردن موڑی تھی اور طوبیٰ کو دیکھ کر کھل کر ہنس دی تھی۔

طوبیٰ کے چہرے کے تاثرات پھر سے سخت ہو گئے تھے۔ نوال کی مسکراہٹ پھیکی پڑی تھی۔

طوبیٰ پلٹی تھی اور اسے پلٹتا دیکھ کر بسام بھی دوسری جانب چلنے لگا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کچھ دیر پہلے کی قیامت اسے پھر سے یاد آنے لگی۔ اگر وہ آدمی نوال کو اٹھالیتا تو وہ اس وقت کیا کرتا؟ شافعہ کی موت کا منظر وہ بھولتا نہیں تھا۔اسے لگا تھا وہ پھر سے اس لمحے میں پھنس گیا تھا جب ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا اور اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ آدمی کینہ توز نظر بسام کی پشت پر ڈالتے ہوئے دوسری قبروں پر پانی ڈالنے لگا۔

☆☆☆☆

وہ اس وقت اس این جی او کے سامنے پچھلے ایک گھنٹے سے کھڑا تھا۔

کئی بار وہ خود کو بیک ویو مرر میں دیکھ چکا تھا۔

شام کی ٹھنڈ گردونواح میں پھیل رہی تھی۔یہ وقت عموماً آفس سے چھٹی کا ہوتا تھا اور سڑک پر گاڑیوں کی روانی میں تیزی آگئی تھی۔

اسے وہ دور سے پتلی سی سڑک عبور کر کے فٹ پاتھ کی طرف چلتی دکھائی دی۔

اس نے سفید شلوار قمیض پر زرد رنگ کے ڈوپٹے کو گلے میں اس طرح ڈال رکھا تھا کہ اس کے دو پلو آگے کی طرف ڈال رکھے تھے۔بال کھلے چھوڑ رکھے تھے جس سے ہوا چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔دونوں کلائیوں میں بریسلٹس اور کانوں میں ٹاپس پہن رکھے تھے۔

Clubb of Quality Content

ضیغم فوراً سے گاڑی کا دروازہ کھولتا باہر نکلا تھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا اس سے پہلے کہ وہ سڑک پار کرتی۔

"افاف۔" وہ چند قدم کے فاصلے سے ہی اسے آوازیں دینے لگا تھا۔

افاف نے گردن آواز کی سمت پھیری تھی اور ضیغم کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ سڑک پار کرنے سے رک گئی تھی۔

"میں گھر گیا تھا تمہارے۔ تمہاری امی نے ہی تمہارے آفس کا بتایا مجھے۔" وہ بلاوجہ کی صفائی دیتا اب اس کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔

"خیریت ہے؟"

"کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ پلیز انکار مت کرنا۔" ضیغم ہلکا سا مسکراتے ہوئے منت والے انداز میں اسے روکنے لگا۔

افاف سڑک پر چلتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے خاموش کھڑی رہی اور پھر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

ایف سیون میں بنے 'سیج' کیفے کی مدہم روشنیوں میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ افاف کھڑکیوں سے نظر آتے کالے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ سیج کو دو حصوں میں تقسیم

کیا گیا تھا اور بیچ میں لکڑی کی چھوٹی سی دیوار بنائی ہوئی تھی جس سے دونوں حصے میں بیٹھے لوگ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

"میں ویسے ڈائٹ کھانا کھاتا ہوں پر یہاں کے ناچوز بہت پسند ہیں مجھے۔ تمہیں ٹرائی کرنے پڑینگے۔" وہ افاف کو دیکھتے ہوئے ویٹر کو آرڈر لکھوانے لگا۔

افاف تھوڑی تلے ہاتھ رکھے پریشان لگ رہی تھی۔اس نے آفس میں بھی کچھ لوگوں سے پوچھ ڈالا تھا کہ جب ماں باپ فوت ہو جائے اور ان کا بینک اکاؤنٹ فریز ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

"افاف۔" ضیغم نے میز پر رکھے اس کے بائیں ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو افاف چونکی تھی۔ اس نے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"تم پریشان ہو؟"

افاف نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالا تھا۔ ضیغم نے اس کے ہاتھ کو اور پھر اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

"مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔" اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسا کر میز پر رکھے تھے "میرے ابو جی کا اکاؤنٹ فریز ہو گیا ہے۔ آئی مین بینک اکاؤنٹ۔" وہ بغیر لگی لپٹی رکھے

بات کر رہی تھی۔ وہ پریشان تھی گھر کے خرچوں کے لیے، اسے کوئی شخص ملا تھا جو اس کا مسئلہ حل کر سکتا تھا۔

"کیا پروسیس ہے اس کو ڈی فریز کرنے کا؟"

"اس لیے پریشان ہو تم؟" ضیغم کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھ گیا تھا جیسے کہہ رہا ہو بس اتنی سی بات تھی۔

"کیوں نہیں ہونا چاہیے پریشان؟" افاف کو اس کا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔
اس کی بھنویں سکڑ گئی تھی۔

"نہیں، آئی مین کہ یہ بڑی بات نہیں ہے۔ تھینک گاڈ کہ مجھ سے ڈسکس کر لیا تم نے ورنہ سوچ سوچ کر فضول میں تم پریشان ہوتی رہتی۔ کس دن فری ہو گی؟"

ویٹر ناچوز کی پلیٹ لیے ان کے ٹیبل کی طرف آیا تھا اور پلیٹ رکھ کر مڑا تھا۔

"میں انٹرنی ہوں۔ مجھے چھٹیاں نہیں ملے گی۔" افاف ناچوز کو دیکھنے لگی جس کی ٹاپ پر پڑے ساس اور، ہیلپینو سلائسز اچھے لگ رہے تھے۔

"تمہیں جمعے کو چھٹی مل جائے گی۔" اس نے کانٹے سے، ہیلپینو اٹھایا تھا اور منہ میں رکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"کیسے ؟"افاف کی بھنویں آہستہ سے ڈھیلی ہوئی تھی۔

"میں جو کہہ رہا ہوں اور ہفتے تک بینک اکاؤنٹ استعمال کے قابل ہو گا۔ کھاؤ۔"اس نے ابرو سے پلیٹ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

افاف نے اپنے بائیں طرف پلیٹ میں رکھے فورک کو اٹھایا تھا۔وہ چند لمحے فورک انگلیوں میں گھماتے ہوئے عجیب محسوسات کا شکار ہو رہی تھی۔اسے یہ فیور لینا چاہیے ؟اس نے نظریں اٹھا کر ضیغم کو دیکھا تھا جو نظریں جھکائے اپنے فون کی اسکرین پر انگلیاں پھیر رہا تھا۔

بھائی ہوتا تو اسے کسی غیر مرد سے فیور لینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔اور اگر وہ ایک بار سوخ شخص کی مدد نہیں لے گی تو کیا کریگی ؟ان دو عورتوں کو تو عدالتی کارروائیوں کی الف بے بھی نہیں آتی تھی پھر وہ کونسا روشوت دے کر کسی دوسرے کا پیسہ اپنے نام کروا رہی تھی۔

وہ خود کو تسلیاں دیتی کانٹے میں ہیلپینو پھنسا چکی تھی۔ ضیغم سے نگاہ ٹکرانے پر وہ بالآخر مسکرائی تھی۔

☆☆☆☆

Clubb of Quality Content

عالیہ بہت دنوں بعد بھائی کے گھر آئی تھی۔ٹرپ سے واپسی پر وہ اپنے بھائی اور ضیغم کے لیے تحائف بھی لائی تھی۔کچھ تحائف بھائی کو دکھانے کے لیے وہ رئیسہ کے لیے بھی لائی تھی جسے رئیسہ نے شوہر کے سامنے مسکرا کر قبول کیا تھا۔

رئیسہ کے لاؤنج سے نکلتے ہی عالیہ وہ سوال زبان تک لے آئی تھی جو اس کا دل کاٹ رہا تھا۔

لاؤنج پر بلیو رنگ کے بھاری پردے گرے ہوئے تھے۔

عالیہ پنک کپڑوں کے ساتھ پنک فریم کی میچنگ عینک ماتھے پر ٹکائے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو اداس لگ رہا تھا جیسے دل ہر چیز سے اچاٹ ہو۔

"اس کو کیوں جانے دیا آپ نے؟"

"وہ بڑا ہو چکا ہے۔"

"اُفہووو۔۔۔اس نے کہا اور آپ نے بھی جانے دیا۔" عالیہ نے کوفت سے پہلو بدلا تھا۔

"تم نہیں جانتی کہ وہ کیسا ہو چکا ہے۔" علی کے لہجے میں بہت سا غم پنہاں تھا۔

"میں نہیں جانتی؟" عالیہ نے ابرو اٹھا کر سوالیہ انداز میں بھائی کو دیکھا تھا "میں نے پالا ہے اسے اور مجھے ہی اس کا نہیں پتا۔واہ۔" عالیہ نے واہ کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر سر جھٹکا تھا "وہ ہم سے دور نہیں رہ سکتا اور دیکھیے گا وہ واپس آئے گا۔"

"اس کے پاس کوئی دوسرا آپشن ہے؟" علی بہن کو دیکھتے ہوئے پہلی دفعہ مسکرائے تھے جیسے کوئی آئیڈیا ان کے دماغ میں بجلی کی تیزی سے آیا ہو۔

عالیہ نے ناسمجھی سے بھائی کو دیکھا تھا اور پھر اس کے ابرو سیدھے ہو گئے تھے۔ وہ بھی ہلکا سا مسکرائی تھی۔

☆☆☆☆

کچہری کی عمارت پر سیدھی دھوپ پڑ رہی تھی۔

اتنے سارے مرد دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھی۔ خواتین تو اسے بمشکل آٹے میں نمک کے برابر ہی ملی تھی۔ واقعی ایسی جگہیں عورتوں کے لیے نہیں ہوتیں۔

وہ شال کو اچھے سے اپنے سر کے گرد لپیٹ چکی تھی اور تھوڑا سا پلو چہرے پر ڈال رکھا تھا۔

اسے بس بہت سی جگہوں پر سائن کرنے تھے۔ ضیغم اس کے ضروری کاغذات جمع کر چکا تھا۔ اسے ان کاموں سے فارغ ہوتے ہوتے پانچ بج گئے تھے۔

ضیغم بالوں میں ہاتھ پھیرتے پارکنگ ایریا کی طرف بڑھ رہا تھا اور افاف اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

"تھینک یو۔" فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی افاف نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

Clubb of Quality Content!

ضیغم سیٹ بیلٹ باندھ کر ہلکا سا مسکرایا تھا"ضرورت نہیں تھی۔"

"ضرورت ہے۔میں نے آپ سے بہت بڑا فیور لیا ہے اور مجھے نہیں پتا میں کیسے واپس کرو گی۔"وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

شام کی دھوپ اب کچہری سے چہرہ موڑ چکی تھی۔رش بھی اب صبح کے بہ نسبت کم تھا۔

"ہر فیور واپس کیا بھی نہیں جا سکتا۔خیر اب کہاں جانا ہے؟کچھ کھانے چلتے ہیں۔"اس نے انجن اسٹارٹ کر کے گئیر تبدیل کیا تھا۔

"نہیں مجھے کہیں اور جانا ہے۔"

"کہاں؟"

"جی الیون۔مجھے آپ وہاں ڈراپ کر دیں۔"

ضیغم گردن موڑے چند لمحے اسے دیکھتا رہا اور پھر سر ہلا کر گاڑی ریورس کر دی تھی۔

وہ گاڑی مین روڈ پر ڈال چکا تھا۔افاف شیشے کے باہر سڑک پر دوڑتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔

ضیغم گاہے بگاہے اس پر نظر ڈال رہا تھا۔گاڑی فلائی اوور پر چڑھ رہی تھی اور نارنجی سا سورج جیسے مزید قریب آنے لگا تھا۔

"کیوں چپ چپ ہو؟"ضیغم نے بات کا آغاز کیا تھا۔

افاف نے گہرا سانس خارج کیا تھا جو گاڑی کی خاموشی میں گونجا تھا۔

"میں سوچ رہی تھی کہ کبھی کبھی چھوٹی سی دشمنی بھی کیسے زندگیاں اور خاندان تباہ کر دیتا ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ یوں ابو جی اور بھائی کے بغیر زندگی گزارنی پڑے گی۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ گھر کے مرد نہ ہو تو خواتین کے لیے بہت سی جگہوں پر جانا کتنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ کچہری، عدالتیں یہ ساری مردوں کی جگہیں ہیں۔ یہاں عورت جائے تو مرد بہت مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہیں بلکہ کھا جانے والی نظروں سے۔" اس نے جھرجھری لی تھی۔ کچھ دیر پہلے جسم کے آر پار ہو جانے والی مردوں کی نظریں جیسے ایک بار پھر اس کا ایکس رے کر رہی تھیں۔

"میں سوچتی ہوں۔" اس نے گردن موڑ کر ضیغم کے بائیں رخ کو دیکھا تھا "اس شخص کی میرے بھائی سے یا ان کی وائف سے کیا دشمنی تھی؟"

"کیا تمہارے بھائی نے۔۔۔ خودکشی نہیں کی؟" اس نے بہت محتاط انداز میں سوال کرتے ہوئے اسے کن اکھیوں سے دیکھا تھا۔

"نہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

افاف نے اتنے پر یقین انداز سے 'نہیں' کہا تھا کہ ضیغم کے اسٹئیرنگ پر رکھے ہاتھوں میں کپکپاہٹ ہوئی تھی۔افاف وہ واحد لڑکی تھی جس کی نظر میں وہ اپنی عزت نہیں کھونا چاہتا تھا۔

"تو کس پر شک ہے ؟کیا شہباز نے کبھی کچھ بتایا تھا؟"وہ سگنل کے قریب پہنچ گئے تھے جب بتی ریڈ ہو گئی تھی۔ ضیغم نے آہستہ سے گاڑی روکی تھی۔ان کے دائیں بائیں بھی بہت سی گاڑیاں رکی تھی۔

"بھائی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ہمارے ساتھ نہیں تھے۔"افاف نے گردن واپس ونڈ اسکرین کی طرف موڑ دی تھی۔

ضیغم افاف کی کھڑکی کے پیچھے نظر آتے آسمان پر پھیلتی سرخ ڈوریاں دیکھنے لگا۔

"اگر بھائی بتادیتے تو میں اس شخص کا پیچھا نہ چھوڑتی چاہے پھر مجھے عدالت کے چکر لگانے پڑتے یا اپنی جان ہتھیلی پر رکھنی پڑتی۔میرا بھائی اپنی بیوی کی موت کا حساب اور انصاف لینے میں مارا گیا، میں اپنے بھائی کی موت کا حساب لینے نکلتی۔اللہ کرے وہ ذلیل ہو کر مرے۔میں اسے اپنے سامنے مرتے ہوئے دیکھوں۔"افاف کا گلہ رندھ گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ضیغم کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔گاڑی میں عجیب سی اداسی چھاگئی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی بد عاقبول ہو گئی ہو۔وہ اس سے کہنا چاہتا تھا کہ اسے کیوں لگا کہ اس کے بھائی کا قتل ہوا ہے؟وہ غلط بھی تو ہو سکتی ہے پر اس میں ہمت پیدا نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اس سے یہ سب کہہ پاتا۔وہ اس کے بھائی اور بھابھی کا قاتل تھااور دل کے چور نے اس کی زبان پکڑ رکھی تھی۔

یک دم ہارنز کا شور بڑھ گیا تو ضیغم نے فوراُسے گردن پھیری تھی۔بتی ہری ہو چکی تھی۔ ضیغم فوراُسے گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔جی الیون تک کا رستہ خاموشی سے کٹا تھا۔وہ مطلوبہ بلڈنگ کے سامنے گاڑی روکے اب اسے اترتا ہوا دیکھنے لگا۔

"واپس کیسے جاؤگی؟"اسے اپنی پشت پر ضیغم کی فکر مند سی آواز سنائی دی تھی۔

"چلی جاؤگی میں۔شکریہ۔آپ تھک چکے ہونگے۔آپ جا کر آرام کریں۔"افاف کا بایاں پیر گاڑی سے باہر تھااور وہ گردن موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں گاڑی میں ویٹ کر لونگا۔تم آرام سے یہاں وقت گزاروں۔"

مسکرانے پر اس کی گرے آئز بھی مسکرا اٹھتی تھی۔اس کی گرے آئز بہت پر اسرار تھیں۔کبھی خوف میں مبتلا کر دیتی تھیں اور کبھی ہیپنوٹائز۔

"نہیں۔اب آپ جائے۔" وہ قطعیت سے کہتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلی تھی۔

ضیغم لیفٹ مرر میں اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ بلڈنگ کے اندر غائب ہو گئی۔یہ بلڈنگ جانی پہچانی تھی۔وہ کچھ عرصہ قبل یہاں آیا تھا۔غلام علی کی بیوی کو چھوڑنے۔

اس کی گاڑی سے دور بلڈنگ کے اندر افاف موبائل اسکرین پر مطلوبہ فلیٹ نمبر پڑھ کر اب سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔نہ اسے پہلے فلور پر مطلوبہ فلیٹ نمبر ملا تھا نہ ہی دوسرے پر البتہ تیسرے فلور پر اسے مطلوبہ فلیٹ نمبرز کی قطار مل گئی تھی۔وہ ان کو پڑھتے ہوئے بالکونی کے قریب بنے دروازے کے سامنے کھڑی ہو چکی تھی۔یہی تھا وہ نمبر۔

دو تین بار گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے ہمت جمع کرنے کی کوشش کی۔شہادت کی انگلی گھنٹی کی طرف لے جا کر وہ واپس کھینچ لیتی تھی۔

"کیا مصیبت ہے یار۔" وہ جھنجھلا کر بالکونی سے باہر پھیلتے جامنی سے اندھیرے کو دیکھنے لگی اور ایک بار پھر گہرا سانس بھر کر گھنٹی پر انگلی رکھ دی تھی۔

ایک دو بار گھنٹی بجانے کے بعد وہ کھڑی رہی یہاں تک کہ اندر سے 'کون ہے' کی آواز سنائی دی۔

"آنٹی دروازہ کھولیں۔" اس کی آواز میں جھجک تھی۔

دوسری طرف زرا سا توقف لیا گیا اور پھر دروازہ کھولنے پر جہاں افاف نے شکر ادا کیا کہ وہ صحیح جگہ پہنچی ہے وہی دوسری طرف ناصرہ حیرت میں مبتلا افاف کو دیکھ رہی تھی۔

افاف نے کالی کڑھائی والی شال کندھوں کے گرد پھیلا رکھی تھی اور آدھے بال کیچر میں باندھ کر باقی کھلے چھوڑ رکھے تھے۔

مہمان خانہ کافی وسیع تھا جس کے ایک طرف چھوٹا سا ڈائننگ میز رکھا گیا تھا اور دوسری طرف صوفے اور میز۔ مہمان خانے سے کچن منسلک تھا اور کچن کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔اس دروازے سے نظر آ رہا تھا کہ ناصرہ کیتلی میں ابلتی چائے کو جوش دے رہی تھیں۔

مہمان خانے میں افاف صوفے پر گھٹنے آپس میں ملائے بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے دائیں طرف نوال بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے اسٹرابری رنگ کی فراک پہن رکھی تھی جس پر بہت سی اسٹرابیریز بنی ہوئی تھی اور بال بھی پونی سے چپکی اسٹرابری سے باندھ رکھے تھے۔ان کے سامنے رکھے میز پر افاف نے خوبصورت ریپر میں کہانیوں کی کتابیں اور چاکلیٹ کا ڈبہ پیک کر کے رکھا ہوا تھا۔

کب سے لاؤنج میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔رسمی بات چیت کے بعد دونوں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔دونوں میں ہی عجیب سی جھجک تھی جو ناصرہ کچن میں کھڑی محسوس کر رہی تھی۔

افاف کبھی میز کو دیکھتی اور پھر نظر اٹھا کر نوال کو دیکھتی تو وہ نظر جھکا لیتی تھی۔اس میں اور شہباز کی شکل میں بہت مشابہت تھی۔ایسا لگتا تھا شہباز بھائی کو کسی نے پھر سے بچہ بنا کر بٹھا دیا ہو۔دل کرتا تھا اسے دیکھتی رہے مگر پھر وہ نظروں کا رخ پھیر کر کہیں اور دیکھنے لگتی اور پھر نوال اسے دیکھنے لگتی۔کب سے آنکھ مچولی جاری تھی کہ ناصرہ چائے کی ٹرے میز پر رکھ چکی تھی۔افاف کو چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔اس نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر چائے کی پیالی اٹھالی تھی۔ناصرہ کے اسرار پر اس نے ایک نگٹ اٹھالیا تھا۔

"کونسی کلاس میں ہو؟"

"فورتھ۔"نوال نے دھیمے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"تمہارے ابو کا سن کر افسوس ہوا۔اللہ تم سب کو صبر دے، آمین۔"ناصرہ نے افاف کو دیکھتے ہوئے تعزیت کی تھی جس پر اس نے سر کو خم دے کر تعزیت قبول کی تھی۔

"میں بس یہاں سے گزر رہی تھی تو سوچا نوال سے مل لوں۔"اس نے کچھ دیر پہلے کی کہی بات ایک بار پھر دہرائی تھی۔

ناصرہ چائے کا گھونٹ بھرتی دوسری دفعہ 'اچھا کیا' بول چکی تھیں۔

کمرے میں نامحسوس سی خاموشی پھر سے چھا گئی۔

نوال اس ایک نگٹ کو ہی کترتے ہوئے افاف کو دیکھ رہی تھی۔

"بھائی نے ایک بار بتایا تھا کہ نوال کو کہانیاں پسند ہیں۔"

"مجھے باربی اسٹوریز نہیں پسند۔"نوال نے فوراً سے کہا تھا۔

افاف کی بات نامکمل رہ گئی تھی جیسے ہی نوال نے اپنی پسند بتائی۔ وہ بے تاثر نگاہوں کے ساتھ پھوپھو کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے بھی۔"افاف ہلکا سا مسکرائی تھی"مجھے بھی کبھی بھائی نے باربی اسٹوریز نہیں پڑھنے دی۔ یہ بہت اچھی کہانیاں ہیں۔ تم بتانا کہ پسند آئی یا نہیں۔"افاف پیالی کے کناروں پر انگلی پھیرتے ہوئے اب بات سے بات نکال رہی تھی۔

"کیسے بتاؤں؟"

افاف نے ہونٹ کا کنارہ کاٹتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا تھا اور پھر چائے کی پیالی میز پر رکھ کر اپنے بائیں طرف رکھے پرس کو گود میں رکھنے لگی۔ اگلے چند لمحوں میں وہ ٹشو پیپر پر اپنا نمبر لکھ کر میز پر رکھ چکی تھی۔

"تم مجھے کال کرنا۔"

نوال نے آہستہ سے سر ہلایا تھا۔ وہ ایک بار بھی نہیں مسکرائی تھی۔

افاف اپنا فون اٹھائے ان ڈرائیو بک کررہی تھی اور لاؤنج میں ایک بار پھر خاموشی چھاگئی تھی۔

"کیا کررہی ہو آج کل؟" ناصرہ نے اس کا دایاں رخ دیکھتے ہوئے سوال پوچھا تھا۔

"میں انٹرن شپ کررہی ہوں۔" فون گود میں رکھتے ہوئے اس نے گردن ناصرہ کی طرف موڑی تھی۔

"بسام بھی انٹرن شپ کررہا ہے۔ سوفٹ وئیر انجنیئر بن گیا ہے نا۔ اللہ کریں پرمننٹ ہو جائے۔" وہ ڈوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے مسکرائی تھی۔

افاف گاہے بگاہے موبائل اسکرین پر بھی نظر ڈال لیتی تھی کہ فلیٹ کا مین دروازہ کھلا تھا اور تینوں نے سر اٹھا کر بسام کو اندر داخل ہوتے دیکھا تھا۔ اس نے اسکائی بلیو شرٹ کے ساتھ وائٹ انر شرٹ پہن رکھی تھی۔ بلیو اور سفید جوگرز پہنے، وہ لیپ ٹاپ بیگ اٹھائے چھوٹی سی راہداری عبور کرکے جو سیدھا لاؤنج تک جاتی تھی، اس کے سرے پر پہنچتے ہی حیرت سے جم گیا تھا۔ افاف اور اس کے گھر؟

اس کا دل بری طرح دھڑکا تھا۔اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ افاف خود اس کے گھر آئے گی۔ عجیب حیرت اور مسرت کے ملے جلے جذبے تلے اس نے سر کو خم دے کر آہستہ آواز میں سلام کیا تھا۔

وہ کچھ ہفتوں سے اس وقت میں پھنس گیا تھا جب اس نے پہلی بار افاف کو دیکھا تھا اور اب وہ خود کو دلدل میں پھنسا محسوس کرتا تھا۔اس نے خود کو اس دلدل سے نکالنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی اور اب وہ گردن تک اس میں ڈوب چکا تھا۔

"آنٹی میں چلتی ہوں۔" افاف فوراً سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"بیٹھ جاؤ۔"

"میری رائیڈ آ چکی ہے۔ تم کال کرنا مجھے۔" وہ مسکرا کر نوال کو کہتے ہوئے آگے بڑھی تھی اور پھر نوال کی وہیل چیئر کے برابر کھڑی ہو گئی تھی۔

نوال سر اٹھائے انہیں دیکھ رہی تھی اور ان کی خود پر نظر پڑتے ہی اس نے سر جھکا لیا تھا۔افاف ہلکا سا جھک کر نوال کو بالوں پر بوسہ دے کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

بسام بائیں طرف ہوتا اس کو جانے کا راستہ دے چکا تھا۔وہ تینوں نفوس اس کے جانے کے بعد بھی جیسے اسٹیچو کی طرح اپنی اپنی جگہ کھڑے اور بیٹھے رہے۔نوال اپنے سر پر افاف کا لمس

محسوس کر رہی تھی، ناصرہ افاف کے بارے میں سوچ رہی تھی اور بسام ورطہ حیرت میں مبتلا تھا کہ وہ اس کے گھر آئی تھی۔

"افاف پھوپھوا کیلے گھر جائیں گی؟" نوال کے سوال نے لاؤنج کی خاموشی توڑی تھی۔

بسام چونکا تھا۔ لیپ ٹاپ بیگ فرش پر رکھ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ بلڈنگ کی راہداری میں نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے اس کا استقبال کیا تھا۔ مغرب کی اذانیں ہو چکی تھی اور اندھیرا کافی حد تک پھیل چکا تھا۔

وہ سیڑھیاں تیزی سے اترتا نچلے فلور پر آچکا تھا اور بلڈنگ سے باہر نکل کر وہ اسٹریٹ پولز کی روشنی میں آگے بڑھ رہا تھا کہ وہ اسے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

درخت کے پاس کھڑی ملی تھی۔ بسام کے چہرے پر مسکان آئی تھی۔ کہیں نہ کہیں وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے مل جائے، وہ وہی کھڑی ہو۔

وہ پھولے ہوئے تنفس کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

افاف فون کان سے لگائے مسلسل ہونٹ چباتے ہوئے دوسری جانب سے جواب موصول ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ جھنجلا کر اس نے فون کان سے ہٹایا تھا۔

"رائیڈر نہیں آیا؟"

بسام کی آواز پر وہ چونک کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

بسام کو دیکھ کر اس نے گہرا سانس بھرا اور پھر اس کی آنکھوں سے غصہ جھلکنے لگا۔

"ڈرا دیا مجھے۔" وہ ہونہہ کے انداز میں سر جھٹک کر فون کی اسکرین دیکھنے لگی۔

بسام کو وہ دن یاد آیا تھا جب اس نے پہلی بار افاف کو دیکھا تھا اور تب بھی افاف نے اسے ایسے ہی غصہ سے بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

"آئی ایم سوری۔ ٹائم مائنس میں جا رہا ہے۔" اس نے آنکھ کا اشارہ اس کے فون اسکرین کی طرف کیا تھا۔

افاف نے سر جھکا کر اسکرین دیکھی تھی اور رائیڈ کینسل کر دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"اب کیوں یہاں کھڑے ہو؟" افاف نے جھنجھلا کر اسے دیکھا تھا۔

"نوال آپ کے لیے پریشان ہو رہی تھی کہ۔۔۔"

"بچی نہیں ہوں میں۔" افاف نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے اسے چپ کرا دیا تھا "جب تک ہیلپ نہ مانگی جائے تو سر پر سوار نہیں ہوتے۔ جب لڑکی کو ہیلپ چاہیے ہوتی ہے تو خود کہہ دیتی ہے۔"

"آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے میں کوئی اجنبی ہوں۔"

"ہاں آپ اجنبی ہیں۔"

"آپ جانتی ہیں مجھے۔میں کیوں کسی لڑکی کے سر پر سوار ہونگا یا اسے چھیڑ وگا؟آپ مجھے ایس ے فیل کروا رہی ہیں جیسے میں قریب سے گزر رہا تھا اور اکیلی لڑکی کو دیکھ کر اس کے پاس آیا ہوں۔میں شہباز بھائی کی بہن کو تنگ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"وہ برا مناتے ہوئے چہرہ موڑ کر سامنے نظر آتے درختوں کے جھنڈ کو دیکھنے لگا جس کو اندھیرے نے اپنی ل پیٹ میں لے رکھا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟کوئی سینس نہیں بن رہی آپ کی باتوں کی۔"وہ چڑتے ہوئے سر جھکا کر رائیڈر ڈھونڈنے لگی۔

بسام اپنے دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ بالکل ویسی تھی جیسے شہباز بھائی بتاتے تھے بس وہ معصوم نہیں تھی۔اس کی زبان قینچی جیسی نہیں بلکہ قینچی تھی پھر شہباز بھائی کو یہ معصوم کیوں لگتی تھی؟

"چلو جی۔"افاف کا پارہ بس آسمان کو چھونے والا تھا۔آنکھیں گول گھماتے ہوئے اس نے سر اٹھایا تھا۔

"آپ کے قدم اتنے مبارک ہیں کہ میرا ڈیٹا ہی ختم ہو گیا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بسام کو اس کی لعن طعن سے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ اس کی موجودگی سے خائف تھی اور بسام رات کے وقت اسے اکیلا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر شہباز بھائی زندہ ہوتے تو وہ یقیناً ایسے موقعے پر بسام کو ٹرسٹ کرتے تو پھر وہ کیوں افاف کے لعن طعن کو دل پر لے کر پیچھے ہٹے۔

بسام نے جینز کی جیب سے فون نکالا تھا اور ان ڈرائیو ایپ نکال کر فون اس کی طرف بڑھایا تھا۔ افاف نے اس کے چہرے کو دیکھا جس پر ہونٹ کے اوپر نکلا تل سب سے واضع تھا اور پھر اس سے فون لے لیا۔ رائیڈ بک کر کے اس نے فون ہاتھ میں ہی پکڑے رکھا۔

اس اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے سامنے ہی پارک تھا جہاں اکا دکا لوگ بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ باقی بس خاموشی اور کیڑے مکوڑوں کی آوازیں تھیں۔

بسام کنکر کو جوگر سے دائیں بائیں لڑھکا رہا تھا جب ٹیکسی عین ان کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔

افاف نے آگے بڑھ کر نمبر پلیٹ پر گاڑی کا نمبر پڑھا تھا اور پھر فون بسام کی طرف بڑھایا تھا وہ بھی بغیر شکریہ کے۔

افاف پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھی تھی اور شال کا پلو درست کر کے ڈرائیور کو 'چلو' کہنے کے لیے سر اٹھایا تھا کہ فرنٹ سیٹ پر بسام کے سر کی پشت دکھی تھی۔

ڈرائیور گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔

"آپ کیوں بیٹھے ہیں؟"

ڈرائیور نے فرنٹ مرر میں پچھلی سیٹ پر بیٹھی افاف کو دیکھا تھا کہ وہ کس سے مخاطب تھی۔

"صرف گھر تک ڈراپ کرنے کے لیے۔" وہ فون پر اینگری برڈز کھولے اب برڈ کو زور سے پیچھے کھینچ کر چھوڑ چکا تھا۔

اینگری برڈ اور افاف میں اسے کوئی فرق نظر نہیں آرہا تھا۔

"کیا ضرورت تھی؟"

"میں پرچے کہ اس سوال میں فیل ہوں۔" اس بار بسام نے بیزار ہوتے ہوئے جواب دیا تھا۔

وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس ملک کا ناکام نوجوان ہے جس کی زندگی کا ٹریک نہایت ٹیڑھا ہے۔ وہ اپنے مسائل میں پھنسا لڑکا بھلا لڑکی کو چھیڑ کر کیا حاصل کریگا؟ چلو اگر افاف جانتی تھی کہ اس کی نیت بری نہیں ہے تو پھر ہیلپ قبول کرتے ہوئے کیا مسئلہ پیش آرہا تھا؟ وہ اسے کیوں ناپسند کرتی ہے؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اس پرچے میں فیل ہوں۔" وہ منہ ٹیڑھا کر کے دھیمی آواز میں بسام کی نقل اتارنے لگی جسے بسام نے بائیں طرف لگی مرر میں دیکھ لیا تھا۔

وہ ہونٹ باہم پھنسا کر مسکراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

جی الیون سے آئی الیون تک رستہ خاموشی میں کٹا تھا۔ جی الیون میں پھر بھی سڑک پر کچھ روشنی پڑ رہی تھی، آئی الیون میں تو بس گھروں سے نکلتی دھیمی روشنیاں ہی سڑک پر پڑ رہی تھیں۔ گاڑی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں تنگ سی گلی میں گاڑی گھساتی اب افاف کے گھر کے سامنے رک چکی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

افاف نے پہلے ہی ہاتھ میں چھ سو روپے پکڑ رکھے تھے اور گاڑی کے رکتے ہی افاف نے ہاتھ ڈرائیور کی طرف بڑھایا تھا مبادا وہ اس کی جگہ پیسے نہ ادا کر دے۔

ڈرائیور نے افاف کے ہاتھ سے پیسے لے لیے تھے۔

افاف بغیر کچھ کہے گاڑی سے اتری تھی اور اپنے گھر کے گیٹ کی طرف جانے لگی۔

"بھائی آپ کا کیا ارادہ ہے؟" ڈرائیور نے بسام کی محویت توڑی تھی۔

"مجھے واپس ادھر ہی لے چلو۔ مجھے پتا ہے واپسی کی رائیڈ بک نہیں کروائی تھی پر پیسے تو دونوں صورتوں میں دینے ہی ہیں۔ سو پھر چلتے ہیں۔" بسام نے مسکرا کر ڈرائیور کو دیکھا تھا۔

وہ آفس سے تھکا ہوا آیا تھا۔ سارے رستے ایک ہی بات سوچتا رہا کہ اسے پرمننٹ جاب ملے گی یا نہیں اور افاف کو دیکھ کر اس کی کلفت ہوا ہو گئی تھی۔

ڈرائیور نے گہرا سانس بھرتے ہوئے گاڑی ریورس کرنی شروع کر دی تھی۔

وہ خوشگوار موڈ میں ایک بار پھر اینگری برڈ نکال چکا تھا۔

☆☆☆☆

آئی الیون والے گھر میں چارپائیاں، صوفے ادھر ادھر نکال کر افاف نے فرش کو اچھے طریقے سے دھولیا تھا۔ ہفتے کے دن وہ اکثر ماں کو کوئی کام نہیں کرنے دیتی تھی اور پورے گھر کو چمکا کے رکھ دیتی تھی۔

بالوں کو ڈھیلے جوڑے میں باندھتے ہوئے وہ برآمدے میں رکھی چارپائی پر ماں کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔

صبیحہ اس کا تھکا ہوا چہرہ دیکھتے ہوئے الفاظ جوڑ رہی تھیں۔ وہ انگلیاں کبھی آپس میں پھنسا لیتی تو کبھی نکال لیتی۔

افاف انہیں کچہری والا واقعہ سنا رہی تھی کہ کیسے ابو کے بینک اکاؤنٹ کو ڈی فریز کیا گیا اور وہ بس ہوں ہاں کرتی رہی۔ بالآخر افاف کے چپ ہو جانے پر صبیحہ نے بات کا آغاز کیا۔

"تمہارے لیے کچھ رشتے دیکھ رہی ہوں۔"

افاف دیوار سے تکیہ سیٹ کرکے ٹیک لگاتے لگاتے رک کر ماں کو دیکھنے لگی۔

"اماں۔۔۔ ابھی میرے خیال میں رشتے والی بات کو نہیں چھیڑتے۔ مجھے اسٹیبل ہونا ہے۔" وہ دوبارہ سے سیدھا بیٹھ گئی تھی۔

صحن پر تیز دھوپ برس رہی تھی جس پر صبیحہ نے نظریں گاڑھ رکھی تھی۔

"تمہارے بھائی اور باپ کی موت کے بعد میں بہت گھبرا گئی ہوں۔ میرا میکہ تو تھا ہی نہیں تمہارے ابو کے رشتے دار بھی ہم سے کچھ خاص میل ملاپ نہیں رکھتے اور اب رشتے داروں پر بھروسہ ہی کون کرتا ہے۔ میں نہ رہی تو تم اکیلے کیا کرو گی؟"

"اماں، میں بھی تو آپ سے پہلے جا سکتی ہوں اس دنیا سے۔"

"اللہ نہ کرے۔" صبیحہ نے تڑپ کر بیٹی کو دیکھا تھا "اللہ نہ کرے میں اپنی دوسری اولاد کا غم دیکھوں۔ اور بس یہ سہی وقت ہے شادی کا۔ اب میں اور انتظار نہیں کرنا چاہتی، میں بہت گھبرا گئی ہوں۔ میں بس ایک طرف سے سکون چاہتی ہوں۔"

افاف چپلوں میں مقید اپنے پیروں کو دیکھنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ رہو نگی۔ اصل میں اکیلے۔۔۔"

"اماں وضاحتیں نہ دیں۔" اس نے ماں کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر انہیں روکا تھا "یہ understood بات ہے کہ میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ جس کو پھر آپ قبول نہیں وہ مجھ سے شادی نہ کرے۔"

صبیحہ نے ہونٹ جبری مسکراہٹ میں پھیلائے تھے۔ انہوں نے کب سوچا تھا کہ بیٹی کے گھر رہیں گی پر مرتضیٰ صاحب اور بیٹے کے جانے کے بعد وہ ایک انجانے خوف کا شکار رہنے لگی تھی۔ وہ بچوں کی طرح چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ڈرنے لگی تھی، ہمہ وقت کچھ برا ہو جانے کا خوف ان کے ساتھ چپک گیا تھا۔

"ایک لڑکا دکھایا تھا صاعقہ نے۔ بینک میں کام کرتا ہے، انیتس سال کا ہے۔ ہمارے قریب رہتے ہیں پر۔۔۔" انہوں نے بیٹی کے ہاتھ کو اپنے دنوں ہاتھوں کے درمیان رکھ لیا تھا۔

افاف سمجھ گئی تھی کہ انہیں بیٹی کی ماں کو اپنے ساتھ رکھنا منظور نہیں تھا۔

"اماں انہیں جانے دیں۔" افاف نے اپنی ماں کی مشکل آسان کر دی تھی۔

"نہیں۔ اگر تم کہتی ہو تو ان سے بات کر لیتے ہیں۔ لڑکا جوان۔۔۔"

"اماں۔" افاف نے ماں کو دیکھتے ہوئے انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں انکار کر دیا تھا۔

"ایک اور۔۔۔رشتہ بھی ہے۔"انہوں نے توڑ توڑ کر جملہ ادا کیا تھا اور پھر وہ کافی دیر خاموش رہیں۔

افاف نے اچنبھے سے ماں کو دیکھا تھا کہ وہ اتنا سوچ کیوں رہی تھیں؟

"انہیں مسئلہ نہیں ہے میرے سے۔لڑکے کے ماں باپ فوت ہیں۔خالہ کچھ عرصے کے لیے دبئی سے آئی ہے اپنے بھانجے کا رشتہ کرنے کے لیے۔لڑکے کی اپنی جوتوں کی فیکٹری ہے۔بہت بڑا گھر ہے اس کا اور گاڑیاں بھی بہت ہیں اس کے پاس۔"صبیحہ کے ہونٹ بار بار خشک ہو رہے تھے جن پر وہ زبان پھیر رہی تھیں۔

افاف غور سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔اگر انہیں اماں سے مسئلہ نہیں ہے پھر تو رشتہ اچھا ہے لیکن اماں کیوں آکورڈ ہو رہی ہیں؟

"ایک مسئلہ ہے۔"اماں نے پہلی بار افاف کی نظروں میں دیکھا تھا۔

"لڑکے کی ایک دفعہ شادی ہو چکی ہے۔اس کے دو بچے ہیں جو اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہیں۔طلاق ہو چکی ہے دونوں کی۔"

افاف پھٹی پھٹی نگاہوں سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔

"لڑکا چالیس سال کا ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صبیحہ نے باخوبی اپنے دونوں ہاتھ میں دبے افاف کے ہاتھ کی کپکپاہٹ محسوس کی تھی۔

چالیس سال ؟اماں تو اسے لڑکا کہہ رہی ہیں، وہ لڑکا تو نہ ہوا۔

اسے بہت چھوٹی سی عمر سے شادی کا شوق تھا۔ ناولز پڑھ پڑھ کر نجانے اس نے کیا کیا خواب سجا لیے تھے اور یہاں کوئی جوان، خوبصورت لڑکا نہیں بلکہ چالیس سال کے مرد کا پروپوزل تھا۔

"میں نے خالی رشتے کا بتایا ہے تمہیں کوئی ہاں نہیں کر دی۔" صبیحہ نے بیٹی کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا" تم نے انکار کرنا ہے تو کر لو اور اگر سوچنا ہے تب بھی بتا دو۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

افاف نے نظریں جھکا کر آہستہ سے ماں کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا تھا۔ اس کا دل یک دم ہی بجھ گیا تھا۔

"میں روٹی پکا لیتی ہوں۔"

وہ مبہم سا جواب دیتی کچن کی طرف بڑھی تھی۔ آنکھوں میں بار بار نمی آ رہی تھی۔ ابھی تو اس کو بلایا بھی نہیں تھا پھر وہ کیوں بجھ گئی تھی؟ شاید امید ختم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اس کی شرط بھی تو بڑی تھی۔ وہ ماں کو اکیلے نہیں چھوڑنا چاہتی تھی اور پاکستانی معاشرے میں ماؤں کو

ساتھ رکھنے کا رواج کم ہی دیکھا گیا ہے۔تو اس کے پاس کیا چوائس تھی کہ کوئی نوجوان آدمی اس کو قبول کریگا؟

☆☆☆☆

نوال کے اسکول میں اسپیچ کے مقابلے کی تیاری جاری تھی۔

اگلے ہی ہفتے انٹرا اسکولز اسپیچ مقابلے شروع ہو جانے تھے۔یہ پہلی بار تھا جب نوال اسپیچ مقابلے میں حصہ لے رہی تھی وہ بھی بسام کے پر زور اسرار پر۔بسام اس پر اچھی خاصی محنت کر رہا تھا۔

سینیر کلاسز میں نیہا اسپیچ مقابلے کے لیے کھڑی تھی۔

اردو سپیچ مقابلوں کا اتنا چرچہ نہیں تھا جتنا کہ انگریزی زبان میں اسپیچ مقابلے کا شور مچا ہوا تھا۔اردو اپنی زبان ہے کہیں بھول چوک ہو جائے تو آپ عقل مندی سے ہینڈل کر سکتے ہیں جبکہ انگریزی مادری زبان نہیں ہے۔پھر بھی پرائیویٹ اسکولز میں انگریزی اچھی سکھائی جاتی ہے جس کی وجہ سے بچپن سے ہی بچوں کی انگریزی اچھی ہوتی ہے۔

نیہا کے مقابل کون تھا اسے پرواہ نہیں تھی،وہ جانتی تھی وہ جیت جائے گی مگر نوال کو بھی مقابلوں کا حصہ دیکھ کر اس کی طبیعت پر یہ بات سخت ناگوار گزری تھی۔مزید ناگوار یہ بات

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گزری کہ وہ سب کی فیورٹ ہو گئی تھی کیونکہ ایک فزیکلی چیلنجڈ بچی کسی مقابلے میں حصہ لے رہی ہے تو یہ باقی بچیوں کے لیے ایک خوش آئند بات تھی کہ وہ بھی اپنے چیلنج کو فیس کرتے ہوئے مقابلہ کر سکتی ہیں۔

نیہا چند دن تو جلتی بھنتی اس کی popularity کو برداشت کرتی رہی اور پھر بالآخر اس کے دماغ میں چند دن پہلے 'بیڈ ٹچ اور گڈ ٹچ' پر منعقد ہونے والی کلاس سے آئیڈیا آ چکا تھا۔

بسام آفس کے کچن میں کھڑا کافی میکر سے کپ میں کافی کی دھار گرتا دیکھ رہا تھا کہ جینز کی جیب میں پڑا اس کا فون تھرتھرانے لگا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے جینز کی جیب سے فون نکالا اور نوال کے اسکول سے آتی کال کو دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا تھا۔ وہ بائیں کندھے اور کان کے بیچ فون دبائے دوسری طرف کی بات سننے لگا اور دائیں ہاتھ سے وہ کافی کا کپ اٹھا چکا تھا۔ بھنویں آپس میں سکیڑے وہ کپ وہی کاؤنٹر پر رکھ کر کچن سے باہر نکلا تھا۔

اس کے آفس سے نوال کے اسکول تک کا راستہ نہایت لمبا تھا۔ وہ پھولے تنفس اور تیز قدموں کے ساتھ پرنسپل آفس تک پہنچا تھا۔ کچھ دیر وہ باہر کھڑا رہا اور پھر پیون کے بلانے پر وہ اندر گیا تھا۔ یہ بڑا اور کشادہ سا کمرہ تھا۔ سربراہی کرسی پر فی میل پرنسپل ناک پر عینک چڑھائے اسی کی منتظر بیٹھی ہوئی تھی۔

پرنسپل کے میز کے دائیں طرف سر جھکائے نوال بیٹھی ہوئی تھی اور بائیں طرف نیہا، ضیغم اور عالیہ بیٹھے ہوئے تھے۔

ضیغم پتلا گول گلے کا سویٹر پہنے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے رعونت سے بسام کو دیکھ رہا تھا جس کی شرٹ کسی سستے دکان سے لی گئی تھی۔

بسام ان کی شکلوں پر لکھی امارت کا غرور صاف دیکھ سکتا تھا مگر ان امیروں کی بیٹی سے نوال کی کیا لڑائی ہو سکتی ہے؟ وہ نوال کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"آپ اپنے بھانجی پر توجہ نہیں دیتے؟" پرنسپل نے ڈائریکٹ اس پر سوال داغا تھا۔

بسام نے نا سمجھی سے نوال کو دیکھا تھا جس نے کوفت سے آنکھیں گھمائی تھی اور ایک نظر اس کے بالمقابل بیٹھی بچی پر ڈالی تھی جس نے ہونٹ آپس میں بھینچ رکھے تھے جیسے وہ تیار ہو کہ نوال اسے دیکھے گی اور وہ چڑانے کے لیے مسکرا اٹھے گی۔

بسام نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں کو بھینچ لیا تھا۔ اسے لگا تھا وہ پھر سے اسٹور میں بند ہو چکا ہے اور اس پر غبن کا الزام لگا ہے؟ کیا امیر یا زر اسی طاقت کے نشے میں دھت لوگ غریبوں پر ہمیشہ مسلط رہے گے؟ وہ ہمیشہ سچے اور غریب ہمیشہ جھوٹے ہونگے؟

"Explain please"بسام کے لہجے میں پرنسپل کے لیے کہیں سے بھی عزت نہیں تھی۔وہ سمجھ گیا تھا کہ بالمقابل سیگل فیملی ہے اوران کے سامنے پرنسپل ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

اسکول میں سب برابر ہونے چاہیے پر بدقسمتی سے ایسا اسکولز میں بھی نہیں ہوتا تھا۔

"ایسے قدام کو ایکسپلین بھی کیسے کیا جائے۔"پرنسپل نے پہلو ایسے بدلا تھا جیسے نوال نے کوئی بہت بڑا جرم کردیا ہو۔

عالیہ ماتھے پر گرین فریم کی عینک چڑھائے بسام کو دیکھ رہی تھی۔اس کی ہونٹ پر نکلا تل اسے کسی کی یاد دلا رہی تھی۔

"آپ کی بھانجی نے اپنے کلاس فیلو کے ساتھ مل کر نیہا کو ہراس کیا ہے۔"

"بیڈ ٹچ۔"نیہا معصوم شکل بناتی بیچ میں کود ی تھی"بیڈ ٹچ اور فاؤل لینگویج۔"

نوال نے بیزاری سے نیہا کو دیکھا تھا۔دل کر رہا تھا کہ یہ کان کے پاس بالوں میں تتلی لگاتی ہے یہ اتار کر اس کی زبان پر لگا دے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

نوال ضیغم کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ اتنا خوفناک لگتا تھا کہ وہ رات اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگتی تھی جب ضیغم اس کی ماں کو تھریٹ کرنے ان کے گھر آیا تھا۔اس کی آنکھوں سے نکلتی تپش کو نوال اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔

"کس طرح کا بیڈ ٹچ؟"

"بیڈ ٹچ تو بیڈ ٹچ ہوتا ہے۔اب شرمندہ ہونے کے بجائے آپ اس کی اقسام پوچھے گے اور اسے جستفائی کرینگے؟" عالیہ نے نہایت درشت لہجے میں بسام کو جواب دیا تھا۔

بسام نے چہرے کا رخ عالیہ کی جانب پھیرا تھا جس کے ہاتھوں پر کمرے میں لگی کھڑکیوں سے دھوپ کی روشنی پڑ رہی تھی۔اس کی انگلیوں میں ڈائمنڈ رنگز چمک رہیں تھیں۔

"میں پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کیونکہ میں نوال کو جانتا ہوں۔آئی ایم سوری نوال۔" اگلے الفاظ کہنے سے پہلے بسام نے چہرہ موڑ کو نوال سے معافی مانگی تھی۔

"یہ صرف وہیل چیئر موو کر سکتی ہے اپنی ٹانگیں نہیں جبکہ آپ کی۔۔۔بیٹی، بھانجی جو بھی ہے ماشاءاللہ سے صحت مند ہے۔اگر اس نے بیڈ ٹچ کیا بھی تو وہ وہاں سے بھاگ سکتی تھی یا پیچھے ہٹ سکتی تھی۔یہ کھڑی رہی کہ آؤ مجھے بیڈ ٹچ کرو؟اور یہ دونوں چھوٹی ہیں ابھی۔نجانے کس چیز کو انہوں نے بیڈ ٹچ کہا ہو۔"

"اس کے کلاس فیلو نے اس کے بی ہاف پر مجھے بیڈ ٹچ کیا۔" نیہا پھر سے بول پڑی۔

عالیہ نے کہنی سے نیہا کو ٹھوکا دے کر خاموش رہنے کی تاکید کی۔

"کون ہے وہ بچہ؟ بلائیں اس چوچے کاکے کو جس کا ریموٹ کنٹرول نوال کے ہاتھ میں ہے؟" بسام کی پیشانی پر لکیریں بننا شروع ہو گئی تھی۔

ضیغم آنکھیں چھوٹی کیے بسام کا جارحانہ انداز دیکھ رہا تھا۔

"اس کے پیرنٹس سے بات کر لی ہے ہم نے اور وہ معافی بھی مانگ چکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ بات باہر نہ جائے اور بات ختم ہو جائے۔ نوال سوری کر لیں اور کچھ ہم اسے ڈی ٹینشن میں ڈال لیں گے تو بات سولو ہو جائے گی۔ دیکھے عالیہ جی اور ضیغم صاحب بہت مصروف لوگ ہیں۔ ان کا تعلق سیاسی فیملی سے ہے اور یہ آپ کو سوٹ نہیں کریگا نا اچھی فیملی کے ساتھ بگاڑنا۔" وہ مصالحتی لہجہ اپناتی اسے ڈھکے چھپے الفاظ میں ڈرا رہی تھیں۔

نیہا کی شرط تھی کہ نوال اس سے معافی مانگے گی اور ایسی بچی کو اسپیچ مقابلے کا حصہ بھی نہیں ہونا چاہیے جو بلی ہو۔

"کس چیز کی سوری جب کوئی بات سینس ہی نہیں بنا رہی؟ آپ نے خود۔۔۔"

"Listen" ضیغم ٹانگ سے ٹانگ ہٹاتا کرسی پر آگے جھکا تھا اور میز کو اپنے شہادت کی انگلی سے بجایا تھا "تم جیسی فیملیز کبھی کبھار پیسے والی فیملیز کی اٹینشن لینے کے لیے بھی ایسی حرکتیں کرتی ہیں۔ یہ فرسٹ ٹائم نہیں ہے جب نوال نے اسے بلی کیا ہو۔ بیڈ ٹچ بالکل Tolerate نہیں کیا جاتا پر اس بچی کی حالت دیکھتے ہوئے،

Considering the fact that she's orphan and physically unfit

ہم تم سے کچھ بھی ڈیمانڈ نہیں کرتے۔ اگر ہم اس پر اسٹینڈ لیں تو بہت بڑا مسئلہ بن سکتا ہے تم سب کے لیے۔ انڈر اسٹینڈ؟" ضیغم بھاری آواز میں کہتا اس کی کالی آنکھوں میں اپنی گرے آئز گاڑھے اسے ڈرا رہا تھا۔

نوال نے کن اکھیوں سے نیہا کو دیکھا تھا جو بالآخر چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجاتی اسے دیکھنے لگی۔

"Listen" بسام بھی اپنی کرسی پر زرا سا آگے کو جھکا تھا اور اب دونوں صرف ایک میز کے فاصلے پر رہ گئے تھے "ان دونوں کے بیچ کیا مسائل ہیں جس کی وجہ سے نیہا نے نوال پر غلط الزام لگایا ہے مجھ اس میں انٹرسٹ نہیں ہے۔ بچوں میں لڑائیاں اور ناپسندیدگی چلتی رہتی

ہے۔ مگر یہ جو آپ لوگوں کو لگتا ہے کہ نا کہ ہم مڈل کلاس لوگوں کو پیروں تلے کچل ڈالے گے اور لوگ ہمیں کچھ کہیں گے بھی نہیں ایسا ہمیشہ نہیں ہوگا۔ نوال معافی نہیں مانگے گی۔ یہ آپ کی جھوٹی ego کو satisfy نہیں کریگی۔"

اب کی بار نوال نے مسکرا کر نیہا کو دیکھا تھا۔ وہ اتنی بھی اکیلی نہیں تھی جتنا نیہا نے اسے سمجھ رکھا تھا۔

"اسٹاپ اٹ۔" پرنسپل نے دونوں جوانوں میں گرما گرمی بڑھتی دیکھ کر فوراً مداخلت کی تھی۔

"کول ڈاؤن۔" عالیہ نے ضیغم کے بازو کو سہلایا تھا۔

"اس سچویشن میں اسکول ایک بلی کو اسپورٹ نہیں کر سکتا۔ ہم نوال کو اسکول میں نہیں رکھ سکتے۔"

"تو آپ سرٹیفکیٹ بنا دیں۔" بسام فوراً سے پیچھے ہوتے ہوئے پرنسپل کو دو بدو جواب دے گیا تھا۔

"ماموں۔ فائنلز نزدیک ہیں۔" نوال ماموں کا بازو پکڑ کر منمنائی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

نیہا نے حیرت سے پرنسپل کو دیکھا تھا۔ حیرانی تو پرنسپل کو بھی ہوئی تھی۔ انہوں نے سر ہلا کر فون کان سے لگایا تھا۔

ضیغم اسے کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے اٹھا تھا۔ اس کے اندر کا ٹرافی کلیکٹر مچلا تھا۔ اس سے سب نظریں جھکا کر بات کرتے تھے، اس کی چال میں دہشت تھی۔ پچھلی بار جس نے اس سے آنکھیں ملائی تھی وہی اس کا پہلا قتل تھا اور اس کے بعد وہ صرف لوگوں کو ٹارچر دیتا تھا مگر قتل سے خود کو باز رکھتا تھا۔ شافعہ اور شہباز کی موت کے بعد اس نے خود کو سنبھالنے کا ارادہ کر لیا تھا پر بسام کی اکڑی ہوئی گردن وہ اپنے ہاتھوں سے دبوچنا چاہتا تھا۔

وہ گردن سے کڑاک نکالتا پرنسپل آفس سے باہر نکلا تھا۔

اگلے چند گھنٹوں میں بسام کے ہاتھ میں اس کا اسکول لیونگ سرٹیفیکیٹ تھا۔ نوال اس کے ساتھ اکھڑی اکھڑی تھی۔ وہ گھر جانے کے بجائے اسکول کے قریب ہی پارک میں بیٹھ گئے تھے۔ بائیک اس نے پارک کے پاس ہی پارک کر دی تھی اور دو کارنیٹو پکڑے وہ اب درخت کے سائے تلے نوال کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ نوال آدھی آئسکریم ناک پر لگا رہی تھی اور آدھی کھا رہی تھی۔ اس نے چہرے کا رخ دوسری جانب موڑ رکھا تھا جیسے اعلان ناراضی کر رہی ہو۔

"کچھ عرصہ پہلے میرے اوپر بھی ایسے ہی الزام لگا تھا۔" بسام بائیں کہنی اپنے گھٹنے پر ٹکائے زرا سا آگے جھک کر بیٹھا ہوا تھا اور دائیں ہاتھ میں آدھی رہ جانے والی کون کو دائیں بائیں گھما رہا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی آدھی کون نوال کو دیتا تھا۔

"میں نے کوئی غبن یعنی کہ پیسے وغیرہ نہیں چھپائے تھے پر مجھ پر الزام لگا یا گیا۔ پتا ہے کیا ہوا ؟"

نوال اب کون ہاتھ میں پکڑے اسے سن رہی تھی پر گردن اب تک نہیں موڑی تھی۔

"مجھے حوالات یعنی ڈی ٹینشن میں رکھا گیا۔ مجھ پر کسی نے اعتبار نہیں کیا۔ تو کیا کہتی ہو جہاں اعتبار نہ ہو وہاں رہنا چاہیے ؟ یعنی جب کوئی آپ پر ٹرسٹ ہی نہ کرے، کوئی فرینڈز نہ بنے، جہاں آپ انجوائے ہی نہ کر سکے، مطمئن نہ ہو کیا وہاں رکنا چاہیے ؟"

نوال نے آہستہ سے آئس کریم زبان سے چاٹی تھی اور خالی پارک میں خالی پڑے جھولوں پر دھوپ برستی دیکھتی رہی۔

"بتاؤ ؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جب باباوالا کیس ہوا تھا تو شاہد انکل کا بیٹا میری کلاس میں تھا۔اسے لگتا تھا کہ بابا اچھے نہیں ہیں اور میں بھی۔مجھے تو تب سے ہی کوئی پسند نہیں کرتا نہ کوئی میرا فرینڈ ہے۔"نوال نے یاسیت سے کہتے ہوئے آئس کریم کون چبانا شروع کی۔

بسام کا دل دکھ سے ڈوبا تھا۔اپنی زندگی کی فکر اور پے در پے غم دیکھنے کی وجہ سے اس چھوٹی سی بچی پر سے توجہ ہی ہٹ گئی تھی۔اس سے کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا کہ اسکول کیسا جا رہا ہے؟فرینڈز کون کون ہیں؟اور وہ بھی جیسے بڑوں کا مزاج سمجھتے ہوئے صبر کر گئی تھی۔اسے غم ایکسپریس کرنا آتا ہی نہیں تھا۔

"خیر،فکر نہیں کرو۔بہت سے اسکولز موجود ہیں۔میں کسی نئے اسکول میں تمہارا ایڈمشن کرواؤں گا۔تم تو اتنی انٹیلیجنٹ ہو کہ کلاس اسکپ کر کے آگے پہنچی ہو،نمبرز تم لے لیتی ہو۔تمہیں مسئلہ نہیں ہوگا۔"وہ اپنا کون بھی اس کی طرف بڑھا چکا تھا۔

"اور یہ جو غلط بات کی نیہا نے،یہ تو کسی کو پتا نہیں چلے گی نا؟"وہ اب ناراضی بھلائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔"بسام نے مسکرا کر اس کی پونی چھیڑی تھی۔

وہ بھی مبہم سا مسکرا کر کون کھانے لگی۔

بسام بینچ سے ٹیک لگا کر پریشانی سے سامنے نظر آتے جھولوں کو دیکھنے لگا۔

جذبات میں آکر اس نے لیونگ سرٹیفیکیٹ تو لے لیا تھا پر اب جبکہ فائنل پیپرز کا مہینہ نزدیک تھا تو اسے کون اسکول میں رکھے گا؟

☆☆☆☆

وہ چند دن عذاب تھے افاف پر۔ وہ جانتی تھی کہ اماں کا دل کہیں نا کہیں اس رشتے پر ٹھر گیا تھا۔ اماں نے اسے اس مرد کی تصویر بھی دکھائی تھی اور ایک بار پھر کہا تھا "تم پر کوئی زور زبردستی نہیں ہے" پر اپنی بات منوانے کے بہت سے طریقے ہوتے ہیں۔ شاید یہ بھی ان میں سے ایک تھا۔

تصویر میں وہ چالیس کا نہیں لگ رہا تھا، شاید جوانی کی تصویر دے رکھی ہو۔ شکل بس عام سی تھی، وہ کہیں سے بھی ان ناولز کے ہیروز کی طرح نہیں تھا جنہیں پہلی مرتبہ دیکھنے کے بعد انسان بھولتا نہیں تھا۔ وہ چند دن نہایت کشمکش میں گزرے۔ اس کا آفس میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا، تین مہینے سے پہلے ہی اس کی پروبیشن ختم ہو گئی تھی اور اسے پرمننٹ پوزیشن مل گئی تھی، کیسے؟ اس کے پاس سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس ساری صورتحال میں وہ دل سے خوش بھی نہیں ہو سکی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

روزانہ اماں بہانے سے کسی نیوز چینل کا حوالہ دے کر جیسے اسے ڈراتی تھی۔"ماں باپ نہیں تھے بچی کے اسی لیے رشتے داروں نے اس کے مکان پر قبضہ کر کے اسے گھر سے نکال دیا"اور ایک دن تو رات کے کھانے کے وقت اماں نے اداس لہجے میں بتایا تھا"نیوز میں بتا رہے تھے کہ جوان لڑکی کو نامعلوم لوگ اٹھا کر لے گئے۔ہاسٹل میں رہتی تھی کوئی آگے پیچھے نہیں تھا۔"

افاف نے لقمہ واپس پلیٹ میں رکھ کر انگوٹھوں سے دونوں آنکھوں کو مسل کر گہرا سانس لیا تھا۔

"اماں آپ بلوالیں انہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

صبیحہ نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

ابو جی کا کمرہ وسیع تھا اور اب ان دونوں کے استعمال میں رہتا تھا۔وہ دونوں بستر پر دستر خوان بچھا کر آمنے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔

"دیکھ لیتے ہیں اماں کہ اللہ نے میری قسمت میں کیا لکھا ہے ؟اگر ایک چالیس سال کے مرد کا ساتھ لکھا ہے تو میں کچھ بھی کر کے اسے ٹال نہیں سکتی۔"

"سوچ لو بیٹا میں تو۔۔۔"

"اماں سوچ لیا ہے۔" وہ نہایت سنجیدگی سے ماں سے مخاطب تھی۔

اگلے اتوار کو ان کا آنا طے پایا تھا۔ یہ پورا ہفتہ افاف سے گزارا نہیں جا رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے قید کر لیا ہو۔ اماں کا کیا ہے وہ کہہ کہہ کر چپ ہو جاتی۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھی اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے پچھتا رہی تھی۔

اس نے گلابی رنگ کا جوڑا اور آر گنزا کا ڈوپٹہ پہن رکھا تھا۔ کانوں میں ننھے ٹاپس پہن رکھے تھے اور بال فرنچ چوٹی میں باندھ رکھے تھے۔ اس کا میک اپ کا دل نہیں کر رہا تھا سو منہ دھونے پر اکتفا کیا۔

ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا اس کا فون تھر تھرایا تھا، ضیغم کا میسج اسکرین پر روشن تھا۔ افاف کوفت کا شکار ہوتی اس کا نمبر ڈیلیٹ کر چکی تھی، یہ اچھی مصیبت سر پڑ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اماں اسے بلانے آ گئی تھی۔ وہ اماں کے پیچھے چلتے ہوئے بیٹھک میں داخل ہو گئی تھی۔ لڑکے کی خالہ اور بدر احمد سامنے ہی صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔

خالہ نے اٹھ کر افاف کو گلے لگایا تھا۔ خالہ کے جوتوں، کپڑوں سے ان کی امارت نظر آ رہی تھی۔ اس نے صرف ایک نظر ہی بدر احمد پر ڈالی تھی اور ان کے بالمقابل ماں کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ گندمی رنگت کا عام سی شکل کا مرد تھا۔ سر کے بالوں کے بیچ بال

بالکل اڑ گئے تھے،اس نے اپنی طرف سے اچھے برینڈ کے جوتے اور کپڑے پہن رکھے تھے مگر کپڑے پہننے کا بھی سلیقہ ہوتا ہے۔اس میں کوئی اسٹائل نہیں تھا۔

وہ مارے بندھے کچھ دیر بیٹھی رہی اور پھر کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔کچن میں اچھا خاصہ ٹائم گزارنے کے بعد وہ چائے کے لوازمات میز پر چننے کے بعد جانے والی تھی کہ خالہ کی آواز پر رک گئی۔

"صبیحہ آپا اگر میرا بھانجا آپ کی بیٹی کے ساتھ کچھ بات چیت کر لے تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟"

افاف کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔پہلی ہی ملاقات میں خالہ اسے لڑکے کے ساتھ بات چیت کرنے کا کہہ رہی تھی۔حیران تو صبیحہ بھی ہوئی تھی۔وہ اجازت دینے میں تامل محسوس کر رہی تھی۔

بدر احمد لبوں پر مدہم مسکراہٹ سجائے صبیحہ کو دیکھ رہا تھا جو ہونٹ آپس میں مسلتے ہوئے جھجک محسوس کر رہی تھیں۔

"آج کل تو یہ کامن ہو گیا ہے آپا۔"انہوں نے آگے بڑھ کر اپنی پلیٹ میں سینڈوچ ڈالا تھا"آدھی بات تو یہی بن جاتی ہے اگر لڑکا لڑکی کی آپس میں انڈراسٹینڈنگ بن جائے۔"

صبیحہ نے جھجکتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

افاف حیرانی سے ماں کے جھکے سر کو دیکھ رہی تھی اور پھر نگاہ اٹھا کر بدر کو دیکھا جواب اٹھ کر کوٹ کا بٹن بند کر رہا تھا۔

افاف پلٹ کر بیٹھک سے باہر نکلی تھی بس پیر پٹخنا رہ گیا تھا باقی انداز تو ایسا ہی تھا اور برآمدے میں پڑی چارپائی پر بیٹھ گئی تھی۔بدر افاف کا خود کو اگنور کرنا محسوس کر رہا تھا۔اس کی آنکھوں سے افاف کے لیے پسندیدگی جھلک رہی تھی۔

وہ کوٹ کا بٹن کھولتا اس سے زار فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔

چندپل یونہیں خاموشی میں گزرے تھے۔افاف اپنی ہتھیلیوں میں جمع ہوتے پسینے کو خشک کرنے کے لیے ہاتھ آپس میں مسل رہی تھی۔

"کیا کرتی ہیں آپ؟"بدر نے گلہ کھنکھار کر پہلا سوال پوچھا تھا۔

"جاب۔"

"کس چیز میں؟"

"این جی او میں۔"

بدر نے سر کو خم دیا تھا۔دونوں میں پھر سے خاموشی چھا گئی تھی۔

"کیا ہابیز ہیں؟" ایک اور سوال۔

"کچھ خاص نہیں۔"

(اگر ہیں بھی تو تمہیں کیوں بتاؤں؟) افاف دل ہی دل میں اس کے سوالوں کے الٹ جوابات دے رہی تھی۔

"مجھ سے کچھ نہیں پوچھیں گی؟"

افاف نے ہتھیلیاں رگڑنی بند کی تھی اور گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ اس نے چہرے پر نرم سی مسکراہٹ سجائی ہوئی تھی۔

"آپ جانتے ہیں کہ اماں کا اب میرے علاوہ کوئی نہیں ہے اور میرا ان کے علاوہ۔ آر یو شیور آپ کو میری اماں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔" اس نے سوچنے کا بھی وقت نہیں لیا تھا۔

افاف نے حیرت سے ابرو اچکا کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ کا empowered women کے کانسیپٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"پوزیٹیو سوچ ہے یہ۔ آج کل گھروں میں دبکی لڑکیوں کا کانسیپٹ نہیں رہا۔ اچھی بات ہے لڑکیاں جتنا مضبوط اور اپنے اطراف کے بارے میں well-aware ہونگی اتنا ہی ان کے اپنے لیے اچھا ہے۔"

"یعنی آپ کو لڑکی کا گھر سے باہر نکل کر جاب کرنا برا نہیں لگتا؟ یعنی آپ اس حق میں ہیں؟"

"بالکل۔"

ایک بار پھر بغیر سوچے جواب آیا تھا۔

وہ نشست برخاست ہوگئی تھی پر اماں ان سے متاثر نظر آتی تھی۔

کئی دن تک اماں ان ہی کی باتیں کرتی رہیں اور افاف کی نیندیں اڑ گئی تھی۔

وہ کہیں سے بھی ویسا نہیں تھا جیسا افاف نے سوچا تھا۔ جب کئی سال آپ ایک خواب دیکھ رہے ہو اور ایک آئیڈیل بنا کر اسی زندگی میں جینے لگ جائے تو رئیلٹی یونہی آ کر آپ کو جگاتی ہے۔ اور وہ جاگنا بالکل کچی نیند سے جاگنے کے مترادف نظر آتا ہے۔ اسے تکلیف محسوس ہو رہی تھی کہ جو اس نے سوچا تھا وہ حقیقت کیوں نہیں بن سکا؟ کیا وہ اس قابل نہیں تھی کہ کوئی ہم عمر ہی اس کو پسند کر لیتا؟

بظاہر اس مرد میں انکار کے لیے کوئی پوائنٹ اسے نظر نہیں آرہا تھا مگر جو چیز اسے کھٹک رہی تھی وہ عمر کا ڈیفرنس تھا۔ وہ چوبیس سال کی تھی اور وہ چالیس سال کا۔ وہ خوبصورت تھی، اسے امید تھی کہ اسے کوئی جوان لڑکا مل سکتا تھا مگر جوان لڑکا اتنا established نہ ہوتا جتنا وہ تھا۔ جوان لڑکا شاید اس کی ماں کو بھی قبول نہ کرتا جبکہ اسے صبیحہ کو ساتھ رکھنے میں مسئلہ نہیں تھا۔

وہ چند دن اس نے کوفت اور پریشانی میں گزارے تھے۔ وہ انکار کر دینا چاہتی تھی پر اماں نے اسے اپنا خواب سنا کر اسے مزید کمزور کر دیا تھا۔ اماں نے خواب میں شہباز اور ابو جی کو دیکھا تھا جو انہیں بلا رہے تھے۔ اس خواب کا مطلب اماں نے یہی نکالا تھا کہ ان کے دن پورے ہو گئے ہیں۔

بالآخر دل پر جبر کر کے اس نے اماں کو بات آگے بڑھانے کی اجازت دے دی تھی۔

☆☆☆☆

جی الیون کے فلیٹ کا منظر بدلا ہوا تھا۔

بسام ماں کو کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا پر نوال نے نانی کو سارا قصہ سنا دیا تھا اور ناصرہ نے بھی وہی سوال اس کے سامنے رکھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ تو ایڈمیشن کا وقت نہیں ہے تو کیا اسکول والے اسے رکھ لیں گے؟"

"ہو جائے گا امی۔"

اس نے ماں کو پریشانی سے بچانے کے لیے ہشاش بشاش انداز میں جواب دیا تھا پر کچھ بھی آسان نہیں تھا۔

وہ آفس جانے سے پہلے اس کے لیے اسکولز ڈھونڈتا تھا جس کی وجہ سے وہ آفس بھی لیٹ پہنچتا تھا۔کچھ دن تو ٹھیک رہا مگر پانچویں دن اسے اپنے ہیڈ سے ڈانٹ پڑ گئی تھی اور وہ بھی اس کے کولیگز کے سامنے۔

اس نے اگلا ہفتہ بھی خواری کی تھی اور ایک بار پھر اسے ہیڈ سے وارننگ مل گئی تھی۔وہ عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔نوال ذہین بچی تھی پر فائنل پیپرز کے نزدیک اسے کوئی بھی نہیں لے رہا تھا۔روزانہ اسکولوں کے چکر لگانا اور آفس جا کر کام وقت پر ختم نہ ہونا، واپس آکر ٹیوشن پڑھانے چلے جانا۔وہ ایگزاسٹڈ محسوس کر رہا تھا۔اپنی زندگی ختم کرنے کی خواہش ایک بار پھر اس میں جاگی تھی۔

گھر کا مرد ہونا ایک بار پھر اسے بھاری ذمہ داری لگ رہی تھی پر ماں کی خاطر اسے اپنی کوفت چھپانی پڑتی تھی۔کبھی کبھار وہ اتنا تھک جاتا تھا کہ نیند آنکھوں سے دور ہوتی تھی۔اور ایسی

راتوں میں وہ لیپ ٹاپ کھول کر فحش ویب سائٹس پر چلا جاتا تھا۔وہ فلمیں کچھ گھنٹے کے لیے اس کی سوچ ڈائیورٹ کر دیتی تھی پر وہ حل نہیں تھا۔اس کا دل بوجھل ہو جاتا تھا۔احساس گناہ کہیں کہیں اس کے اندر زندہ تھا جو اسے روکتا تھا،اس پر ملامت کرتا تھا۔اسے احساس دلاتا تھا کہ موت بتا کر نہیں آتی،کسی دن اس کی روح جسم سے الگ ہو گئی اور اسے اللہ سے معافی کا وقت بھی نہ مل سکا تو۔۔۔؟

بالآخر اپنے گھر کے قریب ایک چھوٹے سے اسکول نے نوال کو ایڈمیشن دینے کی حامی بھر لی تھی۔

بسام نوال کا وہیل چیئر دھکیلتے ہوئے اسکول کے گیٹ کے سامنے رک گیا تھا۔نوال کا منہ پھولا ہوا تھا۔اسکول یونیفارم پہنے وہ بیگ گود میں رکھے،سینے پر ہاتھ باندھے ناراض لگ رہی تھی۔اس نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا۔

بسام پینٹس کو اوپر کھینچتے ہوئے اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔

"میں نے بہت خواری کی ہے نوال،آئی ایم سوری۔"

نوال اسکول وین پر نظریں گاڑے اس میں سے بچوں کو اترتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"صرف فائنلز یہاں دے دو، آئی پرامس نیو کلاس تم نئے اور اچھے اسکول میں شروع کرو گی۔" وہ نرم لہجے میں کہتے ہوئے اس کے سینے پر بندھے ہاتھوں پر اپنا بایاں ہاتھ رکھ چکا تھا۔

"Liar۔" نوال نے ناراض لہجے میں گلہ کیا تھا۔

بسام گہری سانس کھینچتے ہوئے سر جھکا گیا تھا۔

ان کے اطراف میں بہت شور تھا۔ صبح کا وقت تھا۔ اسکول وینز سے بچے شور مچاتے اتر رہے تھے۔ ماں باپ بچوں کو اسکول چھوڑ کر چوکیدار سے سلام دعا کرتے ہوئے مڑ رہے تھے۔ ان کے ارد گرد چہل پہل تھی۔

"بسام وعدے کا پکا ہے۔ اب تم صرف کچھ مہینے یہاں گزار کر مجھے اچھا رزلٹ دو اور میں تمہارا داخلہ اچھے اسکول میں کرواؤں گا۔ رزلٹ اچھا نہیں آئے گا تو اچھے سے اسکول میں کیسے جاؤ گی؟"

وہ اس کی سائیکی سمجھتے ہوئے اسے پچکار کر راضی کر رہا تھا۔

نوال کے ماتھے کے بل ڈھیلے ہوئے تھے۔ اس کی سمجھ میں بات بیٹھ رہی تھی۔

بسام نے اٹھ کر اس کا ماتھا چوما تھا۔

نوال بٹن سے وہیل چیئر چلاتی اسکول کے گیٹ کو پار کرتی اندر غائب ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆

یہ ایف ٹن کے علاقے کا شاندار فلیٹ تھا۔

فلیٹ کی روشنیاں فلیٹ کو چمچمارہیں تھی۔وہ کئی ہفتوں سے یہیں رہ رہا تھا۔نہ ڈیڈی نے اس سے کوئی رابطہ کیا تھا اور نہ اس نے۔اس نے عالیہ سے دو چار بار بات کی تھی پر عالیہ کو وجہ ایک بار بھی نہیں بتائی تھی کہ وہ گھر کیوں چھوڑ کر آیا تھا؟

مختار کو بھی اسی بلڈنگ میں اس نے اپارٹمنٹ دے رکھا تھا تاکہ وہ اس کے قریب رہ سکے۔

ضیغم ڈریسنگ روم میں بچھے کارپٹ پر الماری کھولے بیٹھا ہوا تھا۔اس نے آرام دہ ساٹراؤزرز شرٹ پہن رکھا تھا اور بال چھوٹی سی پونی میں باندھ رکھے تھے۔

وہ باکس زمین پر بکھرائے آلات دیکھ رہا تھا کہ اپنے نئے شکار پر کونسا آلہ استعمال کرنا چاہیے۔اسے پیچ کس اور بہت سی چیزوں کے درمیاں ٹوتھ برش پڑا ملا جس کا کونہ تیز دھار آلے کی طرح نوکیلا تھا۔اس کی گرے آئز فیروزی رنگ کے ٹوتھ برش پر گڑ گئی تھی اور وہ فیروزی رنگ پھیلتا گیا یہاں تک کہ وہ اب اپنے آپ کوری ہیب سنٹر میں دیکھ رہا تھا۔

صبح ہی صبح اٹھا کر ان کو سخت ورزش کرائی جاتی تھی۔ اس میں اسٹیمنا نہیں تھا، وہ جلدی تھک جاتا تھا پر اسے ورزش کرنا پڑتا تھا۔ اسے آہستہ آہستہ ورزش کی عادت ہو گئی تھی۔ انہیں بہت بیلنسڈ ڈائٹ دی جاتی تھی۔ ہر جمعرات کو سائیکالوجسٹ سے ان کا سیشن کرایا جاتا تھا اور وہ ایک اسیسمنٹ بھی لی جاتی تھی۔ ضیغم کے مارکس اسیسمنٹ میں بہت اچھے آتے تھے۔ کبھی کبھی سائیکالوجسٹ حیران رہ جاتی تھی کہ اسے یہاں کیوں داخل کروایا گیا ہے؟ اس میں تو سمجھداری بہت زیادہ ہے۔

اسے ایک اور فلور پر شفٹ کر دیا گیا جہاں ایسے لوگ موجود تھے جنہیں غصہ بہت آتا تھا۔ انہیں ایسی ایسی سچویشنز دی جاتی تھی جس پر زیادہ سے زیادہ صبر کیا جائے۔ اسے قیدیوں کا یونیفارم پہنا کر تین چار لوگوں کے ساتھ سیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ وہ حیران تھا کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟ اسے قیدیوں کے لباس سے نفرت ہو رہی تھی۔ انہیں نہانے نہیں دیا جا رہا تھا وہ بس ضروری حاجت کے لیے واش روم جاتے تھے۔ جو کھانا ان کے سیل بھجوایا جاتا تھا وہ اتنا کم ہوتا تھا کہ اس کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ اس کے ساتھ قید ہونے والے لوگ سترہ اٹھارہ یا بیس سال کے لڑکے تھے۔ وہ ضیغم سے بہت کام لیتے تھے جیسے وہ ان کا نوکر ہو۔ شروع میں اسیسمنٹ سمجھ کر ضیغم چپ چاپ ان کی بات مانتا گیا مگر پورا ہفتہ گزرنے کے بعد بھی اسے

اس سیل سے باہر نہیں نکالا گیا نہ ہی کوئی سیشن کروایا گیا۔وہ کوفت اور بیزاری کا شکار ہونے لگا۔ بالآخر اپنا خول اتار کر وہ پرانا ضیغم بن گیا تھا جس سے کوئی اس کی مرضی کے بغیر کام نہیں نکلوا سکتا تھا۔اس کی اور ان تین لڑکوں کی کھٹ پھٹ بڑھنے لگی۔ کئی بار وہ اسے مارنے کے لیے آگے بڑھے۔وہ تین تھے اور ضیغم ایک۔وہ ایک لڑکا انہیں کتنا ہی مار سکتا تھا۔ سیل کی انتظامیہ نے آکر بیچ بچاؤ کیا اور ضیغم کی زخموں کی ڈریسنگ کر کے اسے واپس اس سیل میں بھیج دیا گیا۔لاس اینجلس میں ٹھنڈ پڑ رہی تھی اور ٹھنڈ میں زخموں میں کچھ زیادہ ہی درد رہتا تھا۔سونے پر سہاگہ اسے رات کو سونے بھی نہیں دیا جاتا تھا۔اس کی آنکھ لگتی تھی تو وہ تینوں اسے کوئی نہ کوئی حرکت کر کے جگا دیتے تھے۔

ضیغم دانت پر دانت جمائے اپنے زخموں کے بھرنے کا انتظار کرنے لگا۔اس کی کوشش تھی کہ وہ اپنے بی ہیویر کو اچھا رکھے تا کہ جلد از جلد یہاں سے نکل سکے مگر الیکس، مارک اور مور نگ اس کے لیے سب سے بڑا چیلنج تھے۔

ان دنوں سیل کی صفائی چل رہی تھی۔بہت سے کام کرنے والے سیلز کی صفائی کر رہے تھے اور ان سب کو باہر نکالا ہوا تھا۔ ضیغم کا ہونٹ ریکور کر رہا تھا پر دائیں آنکھ میں اب بھی سوجن تھی۔ جسم بھی ریکوری کی طرف گامزن تھا اسی لیے وہ واش روم کے قریب بنے خالی روم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں اپنے ارد گرد شال پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔اس کی یہاں کسی سے نہیں بنتی تھی۔وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا بس سوچتا رہتا تھا یا نوکیلی ٹوتھ پیسٹ سے فرش پر لکیریں گھسیٹتا رہتا تھا۔وہ جتنا بیوٹی کانشس تھا یہاں آکر سب چونچلے اس کی ناک سے نکل گئے تھے۔کتنی بار ڈیڈی نے اس سے ملاقات کرنی چاہی تھی اور ہر بار اس نے انکار کیا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور کسی کے قدموں کی چاپ اسے سنائی دی تھی۔ ضیغم نے نظر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا تھا۔وہ ایلکس تھا۔چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجائے، جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ عین اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ضیغم اسے بے تاثر نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

ایلکس جیبوں سے ہاتھ نکال کر پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا تھا اور اس کے ماتھے کے بالوں کو مٹھی میں زور سے جکڑا تھا کہ ضیغم تکلیف سے کراہا تھا۔

"سی سی ٹی وی خراب ہے۔"اس نے نہایت دھیمی پر پراسرار آواز میں کہا تھا"فی الحال یہ کاریڈور بھی خالی ہو گیا ہے۔"

"Too bad for you." ضیغم نے اس کی مٹھی کو اپنے ہاتھ سے دبوچا ہوا تھا۔اس کے بال شدید کھنچ رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بیڈ فارمی ؟"ایلکس نے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے استہزایہ انداز میں کہا تھا"اٹس بیڈ فار یو۔دیکھو مجھے تو کچھ بھی نہیں کہا انہوں نے۔یعنی کہ میں تمہیں ایک بار پھر مار سکتا ہوں اور اس بار میں تمہاری آنکھ زخمی نہیں کروگا بلکہ باہر نکالونگا۔مجھے تمہاری گرے آئز سے نفرت ہے۔"

اس نے ضیغم کے بال چھوڑے تھے اور ٹراؤزرز کی جیب سے چھوٹا سانٹ رینچ نکالا تھا جو بآسانی اس کی آنکھ سے ڈھیلا نکال سکتی تھی۔ ضیغم نے تھوک نگل کر اس کا ہاتھ دیکھا تھا۔اسے زندگی میں پہلی بار خوف آیا تھا۔وہ ایک آنکھ کے ساتھ کیسے لگے گا؟کیا وہ سروائیو کر پائے گا؟اس کے اندر Killer instinct جاگا تھا۔

یا وہ اپنا بچاؤ کرتا یا اسے آنکھ نکالنے دیتا اور اس نے اپنا بچاؤ کرنا مناسب سمجھا۔

ان دنوں کے بیچ نٹ کریکر پر قبضے کی جنگ چھڑ گئی تھی۔ ضیغم پہلے ہی زخموں سے چور تھا وہ مزید اس کا مقابلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ ضیغم دانت پر دانت جمائے اپنے پورے جسم کا زور لگاتے اس پر حاوی ہو جانا چاہتا تھا۔ ضیغم ایک گھٹنے کے بل کھڑا ہو چکا تھا اور ایلکس فرش پر بیٹھ چکا تھا۔کئی منٹ تو کوئی بھی ہار ماننے کو تیار نہیں تھا کہ ضیغم نے اس کا چہرہ دیکھا۔وہ ایلکس کے چہرے پر جھکا ہوا تھا اور تب ہی یک دم اس نے ایلکس کے بائیں آنکھ پر تھوک پھینکی تھی۔اس

کی آنکھ ری ایکشن میں بند ہو گئی تھی۔وہ اس افتاد کے لیے تیار نہیں تھا اور یک دم اس کی گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔اس نے نٹ رینچ اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دور پھینکی تھی اور زمین پر رکھے ٹوتھ برش کو پھرتی سے اٹھا کر اس کی نوکیلی جگہ کو ایلکس کی شہ رگ میں گھونپ دی تھی۔اس کے رگ وپے میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔ایلکس کی گردن سے بھل بھل خون نکل رہا تھا۔وہ گردن پر دایاں ہاتھ رکھے پیچھے کو لڑھک گیا تھا اور فرش پر ایڑھیاں رگڑتے ہوئے وہ بالآخر ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

ضیغم گہری سانسیں بھرتا وہیں بیٹھا رہا۔اس کے ارد گرد خاموشی اور سکوت چھا گئی تھی اور تب اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے یہ کیا کر دیا تھا۔وہ پاکستان میں نہیں امریکہ میں تھا۔پاکستان میں مسئلہ چند ہی پیسوں سے سولو ہو جاتا تھا اور یہاں وہ اگر قتل کے الزام میں پکڑا گیا تو کیا کریگا؟

اس کے دونوں ہاتھ خون سے بھرے ہوئے تھے۔فرش بھی خون سے بھرا پڑا تھا۔

سی سی ٹی وی بند ہے اور کاریڈور بھی خالی ہے۔

اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا اور گیلے بال آنکھوں میں چبھ رہے تھے۔وہ غائب دماغی کے ساتھ اٹھا تھا اور اس کے ہاتھ سے ٹوتھ برش اور دور پڑے نٹ رینچ کو اٹھا کر اس نے شال میں رکھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیا تھا۔وہ شال سے اپنے دونوں ہاتھ اچھے سے رگڑ کر دروازے کی طرف بڑھا تھا اور دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھولا تھا۔

کاریڈور میں خاموشی تھی۔وہ آگے بڑھ رہا تھا اور اس وقت اسے اپنے جوتوں کے علاوہ کسی چیز کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔اس نے دور کونے میں لگے سی سی ٹی وی کو دیکھا تھا۔اس کی سرخ بتی بند تھی۔

وہ واپس تیز قدموں کے ساتھ اس کمرے میں گیا تھا۔وہ ایلکس کی لاش سے پیر بچاتے ہوئے کمرے میں لگی واحد کھڑکی کی طرف گیا تھا۔وہاں بس جھاڑیاں ہی تھی جیسے یہاں کوئی کبھی کبھی ہی آتا ہو۔

ضیغم نے لاش کو دیکھا اور پھر نیچے جھانکا۔اگلے چند لمحوں میں وہ ساتھ والے سیل میں صاف پڑی بیڈ شیٹ کو اٹھا لایا تھا اور ایلکس کی لاش کو بیڈ شیٹ کی مدد سے گھسیٹتا ہوا کھڑکی تک لایا تھا۔وہ اپنے جسم کی پوری طاقت لگاتا لاش کو نیچے گرا گیا تھا۔خاموشی میں ایک دھڑم کی آواز سنائی دی تھی۔وہ صبح کی روشنی میں جھاڑیوں میں پھنسی نیم وا آنکھوں والے ایلکس کو چند لمحے دیکھتا رہا۔جب وہ مطمئن ہو گیا کہ شور سننے پر بھی کوئی نہیں آیا تب وہ پھرتی سے شال اٹھا کر کھڑکی سے نیچے پھینک چکا تھا۔وہ پھرتی سے کمرے سے باہر بھاگا تھا اور واش روم میں پڑے

ٹب کو پانی سے بھرتے ہوئے وہ کمرے تک آیا تھا۔خون آلود نٹ رینچ اور ٹوتھ برش اس میں ڈال کر وہ واپس واش روم تک گیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ یہاں کا فارنزک سو درجہ بہتر تھا،وہ جس جس چیز کو ہاتھ لگا رہا تھا وہ اس کے خلاف گواہی دے سکتے تھے پر اس وقت خون کو جمنے سے بچانے کے لیے اسے اس جگہ کو دھونا تھا چاہے وہ اچھے سے نہ دھلے۔وہ اگلے پانچ منٹ تک کھڑکیوں اور فرش سے خون بہت حد تک صاف کر چکا تھا۔

اب مسئلہ اس کے کپڑوں کا تھا جس پر خون کی چھینٹیں سوکھ چکی تھی اور ان دو آلات کا تھا جو اسے قاتل ثابت کر سکتی تھیں۔اسے کاریڈور سے باتوں کی آواز آنے لگی۔اس کا اوپر کا سانس اوپر رہ گیا تھا۔فرش تو کسی حد تک صاف ہو گیا تھا مگر وہ ٹب میں پڑے سرخ پانی کے بارے میں کہے گا؟

یہ فینائل ہے۔۔۔اس نے خود ہی جواب سوچا۔

تو وہ کیوں موپ لگا رہا ہے؟کیا یہاں کسی نے موپ نہیں لگایا؟

میں نے خود volunteer کیا۔۔۔اس نے ایک اور ممکنہ سوال کا جواب سوچا۔

آوازیں اس کمرے کے بہت نزدیک سے آ رہی تھی۔وہ موپ پکڑے اسٹیچو بنا کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ آوازیں غائب ہو گئی۔

اس کار کا ہوا سانس بحال ہوا۔اسے اب جلد سے جلد کام نمٹانا تھا۔اس فلور میں کسی بھی وقت لوگ آ سکتے تھے۔

وہ احتیاط سے دروازہ کھولتا ٹب اٹھا کر واش روم کی طرف بڑھا تھا اور خون والے پانی سے بھرے ٹب کو کموڈ میں بہایا تھا۔اس نے نٹ رینچ اور ٹوتھ برش اپنے ٹراؤزرز کی جیب میں ڈال لیے تھے۔موپ کو اچھے سے دھو کر اس نے واش روم میں ہی لٹکا لیا تھا اور ادھر ادھر نظر دوڑاتا وہ سی سی ٹی وی دیکھنے لگا۔کونے والا سی سی ٹی وی ابھی تک بند تھا۔وہ فوراً وہی سے مڑا تھا اور اپنی زپر شرٹ اتار کر اس نے گول مول سی گٹھڑی بنا کر اپنے بغل میں دبا لیا تھا۔اسے سیڑھیوں سے دھپ دھپ کی آوازیں آنے لگی۔ہر دھپ پر اس کا دل ڈوب رہا تھا اور یک دم کونے سے لڑکوں کی قطار اس کی طرف آنے لگی۔اسے ایسا لگا جیسے یہ سب اسے پہچان گئے ہو۔جیسے سب نے اس کے ٹراؤزرز کی جیب میں پڑے آلات دیکھ لیے ہو۔وہ وہی فریز ہو گیا تھا۔وہ سب جیسے اس پر افسوس کرتے اس کو مارنے کے لیے بڑھ رہے تھے۔سب کچھ سلو موشن میں ہو رہا تھا۔اس کا دماغ گھوم رہا تھا جب کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

اس نے آنکھیں جھپکی تھی۔جیسے وہ کسی ڈراؤنے خواب سے بیدار ہو گیا ہو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم ٹھیک ہو؟" یہ نرم سی آواز فارمیسی میں کام کرنے والی ٹیفنس کی تھی۔

ضیغم کا گلہ خشک ہو رہا تھا۔ اسے شدید پیاس لگ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے ہونٹ آپس میں چپک گئے ہو۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟" اس نے ضیغم کی عرق آلود پیشانی کو چھوا تھا تو اس کی اپنی انگلیاں گیلی ہو گئی تھی۔

یہ دن اتنا لمبا کیوں ہے؟ ضیغم کو یک دم احساس ہوا تھا کہ دن گزر نہیں رہا۔

"مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے اور پیاس بھی۔ تھکن ہو رہی ہے۔" اس نے نحیف سی آواز میں کہا تھا۔

"تمہارے زخم ابھی کچے ہیں۔ آؤ فارمیسی۔" وہ مسکرا کر اسے اپنے پیچھے آنے کا کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

فارمیسی میں کوئی کیمرہ نہیں لگا ہوا تھا۔ اس نے تسلی کر لی تھی۔ اپنے خون آلود زپر شرٹ کو اس نے فارمیسی میں لگی الماری کے اوپر رکھے ڈبو کی طرف اچھال دیا تھا۔ وہ ڈبے پڑے رہتے تھے۔ وہ سب خالی ڈبے تھے۔ وہ بعد میں کسی وقت اس شرٹ کو ٹھکانے لگا دیگا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم انر شرٹ میں کیوں گھوم رہے ہو؟ اسی لیے تو ٹھنڈ لگ رہی ہے۔" ٹیفنس اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھائے اسے فکر مندی سے دیکھ رہی تھی۔

وہ ہاتھ دھونے واش روم گئی تھی جب ضیغم نے اپنی شرٹ اس باکس میں پھینکی تھی۔

"میں آج یہی رک سکتا ہوں؟ میرے سیل میں ٹھنڈ ہوتی ہے اور پھر مجھے کمر کا درد بڑھ جاتا ہے۔" وہ پانی کا گلاس پکڑے معصومیت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نظر ٹیفنس کے پیچھے رکھے میز پر کانچ کی گلاس پر پڑی تھی جس میں لائٹر پڑا ہوا تھا۔

"ہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں تمہارے لیے دوسرے کپڑے منگوا دیتی ہوں۔" وہ مسکرا کر میز کی طرف بڑھی تھی۔

فارمیسی کا یہ الگ کمرہ ٹیفنس کا ہوتا تھا۔

رات تک اسے سخت بخار ہو گیا تھا پر اسے کچھ چیزیں ٹھکانے لگانی تھی۔

وہ کمرے میں پھیلے نیم اندھیرے میں کمرے کے اندر بنے واش روم کا دروازہ کھول چکا تھا۔ وہ فرش پر کپڑے رکھ کر انہیں آگ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کپڑا ذرا ذرا آگ پکڑتی تھی۔ اس نے واش روم کی کھڑکیاں کھول رکھی تھی تاکہ دھواں اندر نہ پھیلے۔ جو نہی کپڑا آگ پکڑ کر جلنے لگتا وہ پیر مار مار کر آگ بجھاتا اور جلے ہوئے ٹکڑے ایک طرف اکٹھے کر کے

اب کمرے میں رکھے ڈسٹ بن کو اٹھالیا تھا جس میں پہلے ہی بہت سا گند پڑا ہوا تھا۔ وہ جلے ہوئے کپڑوں کے ٹکڑوں کو اس گند میں ڈال کر ان کو ہاتھ سے اوپر نیچے کرنے لگا تاکہ سب کچھ ایک دوسرے میں مکس ہو جائے۔ وہ تسلی کرتا کہ اب سب کچھ مکس ہو چکا ہے، گہرا سانس بھر کر ڈسٹ بن باہر رکھ چکا تھا۔

آدھی رات کو ہی تمام لوگوں کو جگادیا گیا تھا کہ ایلکس کہیں گم ہو چکا ہے۔ تمام لڑکوں کو اٹھا کر تفتیش کی جارہی تھی اور ان میں ضیغم بھی کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

وہ اسی وقت لیٹا تھا اور کچی نیند میں تھا جب کمرے میں لائٹس جلی تھی اور دو کرخت شکل کے گورے اسے جگا کر اب اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ وہ بخار سے تپ رہا تھا۔ نچلے فلور میں بنے ہیڈ آفس میں وہ بمشکل پیروں پر زور ڈالے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں پیروں میں کپکپاہٹ ہو رہی تھی۔ کچھ ہی دن پہلے اسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا اور قوی امکان تھا کہ اس نے ہی ایلکس کو نقصان پہنچایا ہو گا۔ ضیغم کمزور سی آواز میں انکار کر رہا تھا۔

"تم صبح دس بجے کہاں تھے جب فورتھ فلور خالی کروایا گیا؟"

ضیغم نیم وا آنکھوں کے ساتھ اس گورے کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں اس کے جسم کے آر پار ہو رہی تھی۔

"تمہارے سیل کے لڑکوں کے مطابق تم ان کے ساتھ نہیں تھے تو تم کہاں تھے ؟"

ضیغم کا دل ڈوب رہا تھا۔ وہ کیا بتاتا کہ وہ کس روم میں تھا؟ وہ کیا کہے ؟اس کے دماغ میں ہر چیز گڈ مڈ ہو رہی تھی۔

"یہ بیمار ہے۔ فارمیسی میں ۔۔۔"

اس کے دماغ میں آوازیں شکلیں سب کچھ گڈ مڈ ہو رہی تھی تھی اور وہ فرش پر گر گیا تھا۔

اس نے دیکھا کہ وہ نٹ رینچ سے ٹوتھ برش کے پرزے پرزے کر کے ،انہیں اچھے طریقے سے پیس کر اب پورے کمرے کے کونوں میں ایسے پھیلا رہا تھا کہ شبہ ہو یہ دھول ہے۔ اب آخری مسئلہ رینچ کا تھا۔ رینچ قتل کا آلہ نہیں تھا پر اسے خوف تھا کہ کہیں اس پر اس کے فنگر پرنٹس نہ ہو۔

وہ واش روم کے ٹھنڈے فرش پر تپتا جسم لیے بیٹھا رہا جب اس کی نظر واش بیسن پر پڑی تھی۔ وہ زرا سا آگے جھکا تھا اور چند پل وہیں بیٹھا رہا۔ یہ اچھی جگہ تھی۔ پانی مسلسل اس رینچ پر گزرے گا اور نیا واش بیسن نجانے کتنے سال یا کتنے مہینے بعد لگے۔ مسلسل پانی بہنے سے رینچ کا مٹیریل زرا سا تو خراب ہو گا ہی اور پھر کون اتنے وقت بعد یاد رکھے گا یہ آلہ بھی کسی کے قتل

Clubb of Quality Content

میں استعمال ہو سکتا ہے۔اسے یہاں کوئی بھول بھی سکتا ہے جس نے آخری بار وہ واش بیسن یہاں فٹ کیا ہو۔

وہ واش بیسن کو اپنی جگہ سے سرکا تار پیچ کو اس گڑھے میں رکھنے لگا۔

اس کا دماغ پانی کی لہر بنا ہوا تھا بیہوش ہونے سے قبل اسے یاد آرہا تھا کہ اس نے آلہ قتل کیسے چھپائے تھے اور پھر اسے پورے دو دن بعد ہوش آیا تھا۔

ایلکس کی مسخ شدہ لاش مل گئی تھی۔دو دنوں میں وہاں پر پھیلتے کیڑے مکوڑے اور پرندے اس کی لاش اچھی خاصی نوچ چکے تھے۔یہ ایک دلخراش واقعہ تھا جو کہ اس ادارے کو بین کر دینے کا باعث بن سکتا تھا اسی لیے اس کیس کو دبا لیا گیا تھا۔

لاس اینجلس سے ضیغم کو شدید نفرت تھی جس نے اسے قاتل بنایا تھا۔جس نے اس میں ڈیپریشن ڈالا تھا۔وہ اس واقعے کے چند مہینے بعد ہی ذہنی طور پر فٹ قرار دے کر فارغ کر دیا گیا تھا مگر وہ بھیانک دن اور رات آج بھی ضیغم کے وجود میں سیاہی پھیلاتے تھے۔

☆☆☆☆

اسلام آباد کا موسم بھی آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔کبھی خنکی تو کبھی گرمی۔

اماں ان کے گھر سے ہو آئی تھیں اور ان کے گھر سے متاثر نظر آتی تھی۔ سب سے اچھی بات کہ انہیں لڑکے کا اخلاق اچھا لگا تھا جو ابھی سے انہیں 'اماں' کہنے لگا تھا، انہیں خود گھر چھوڑنے آیا تھا۔

افاف عدم دلچسپی سے ان کے گھر کے وزٹ کا سنتی رہی۔

رمضان آجانے پر معاملات ایک ہفتے کے لیے ٹل گئے تھے پر اب وہ بات پکی کرنے آنا چاہتے تھے اور اماں نے انہیں دسویں رمضان کو افطار پر بلوالیا تھا۔ وہاں سے صرف لڑکے کی خالہ آئی تھی اور عیدالفطر کے بعد شادی کی تاریخ لے گئی تھی۔ بس نکاح ہونا تھا۔

بس۔۔۔

افاف کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔ اس نے ایسی پھیکی شادی تو نہیں سوچی تھی۔ لڑکے کی دوسری شادی تھی اس کی تو پہلی تھی نا۔

لڑکے کی خالہ اسے بڑے ڈیزائنر کے پاس لے گئی تھی۔ نکاح کے لیے انہوں نے بہت قیمتی لباس چنا تھا۔ تو کیا یہ سب اسے نہیں چاہیے تھا؟

Clubb of Quality Content

اسے یاد تھا کہ بھابھی کی شادی کا جوڑا اسے بہت پسند تھا۔ وہ بہت مہنگا اور قیمتی تھا۔ آج اتنا ہی قیمتی جوڑا وہ خرید کر لائی تھی پھر وہ خوش کیوں نہیں تھی ؟اسے تو پیسے والا آدمی چاہیے تھا اور بدر احمد کے پاس پیسہ تھا پھر کیسا غم ؟

وہ اپنے گلابی لباس پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔

شاید اسے خوبصورت شکل کا آدمی بھی چاہیے تھا جس کے ساتھ وہ چلے تو اسے اچھا لگے۔ وہ چاند اور سورج کی جوڑی لگے۔

اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر سرخ جوڑے میں جذب ہوا تھا۔ ستیاناس ہو اس دماغ کا یا دل کا جس نے اسے ایسے خواب دکھائے۔ اب جو خواب ٹوٹے تھے تو اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوا تھا۔ اس کی کالج کی دوستیں اس کا دلہا دیکھ کر کیا کہیں گی تمہیں تو فواد خان جیسا لڑکا چاہیے تھا پھر۔۔۔؟

اس کو سانس اکھڑا اکھڑ کر آرہا تھا۔ کاش کچھ معجزہ ہو اور یہ شادی رک جائے۔ اسے اس رشتے میں اب کوئی چارم نظر نہیں آرہا تھا۔

رمضان کا آخرہ عشرہ چل رہا تھا جب say it all کی محفل ایک بلڈنگ میں منعقد کی گئی تھی۔دن کے وقت سڑک پر اچھی خاصی دھوپ پر رہی تھی پر کمرے کے اندر نیم اندھیرا تھا اوراس نیم اندھیرے میں اسے سات آٹھ لوگ گول دائرے میں بیٹھے نظر آئے۔

صرف ایک شخص تھا جو اس گول دائرے سے قدرے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔اس نے شاید کیپ پہن رکھی تھی۔اس نیم اندھیرے میں وہ اندھیرے کا حصہ لگ رہا تھا۔

افاف نے گھٹنوں سے نیچے تک اچھی خاصی لمبی قمیض پہن رکھی تھی۔اس کے ساتھ سفید ٹائٹس اور براؤن رنگ کا ہم رنگ ڈوپٹہ شانوں پر پھیلا رکھا تھا جس کی دونوں نوکے اس نے آگے سینے پر ڈال رکھی تھی۔

"بیٹے آپ کرسی زرا آگے کر دیجیے۔"اسکالر کی آواز گونجی تھی۔

"میں ادھر بہتر محسوس کر رہا ہوں۔"اس لڑکے کی آواز گونجی تھی۔ایسے لگتا تھا اس نے منہ کسی چیز سے ڈھانپ رکھا ہو۔دبی دبی سی آواز سنائی دی تھی۔

"بہت بہتر۔"

کمرے میں خاموشی چھاگئی تھی۔

"تو آج کس موضوع پر بات کریں؟"ان کی بھاری سی آواز گونجی تھی۔

"مایوسی۔۔۔"

"میرے مسئلے پر۔"اس لڑکے کی آواز میں لڑکی کی آواز دب گئی تھی۔

"کیا موضوع ہے پھر آپ کے پاس؟"

"پورن۔"

اس لڑکے کی آواز پر سب نے مڑ کر اسے دیکھنا چاہا تھا۔

پر وہ پورا ہی کالا پہن کر آیا تھا اور سر پی کیپ سے چھپا رکھا تھا۔ کوئی اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا کہ وہ لڑکا کیسا ہے اور کس عمر کا ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کہیے۔"

"لوگ کہتے ہیں بلکہ میں نے بچپن سے سنا ہے کہ نماز فحاشی کو روکتی ہے۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اللہ کا کلام بہت طاقت ور ہے پر میں نے نماز کا بھی سہارا لیا اور قرآن مجید کا بھی۔ تہجد کی نماز کا بھی سہارا لیا اور استغفار کا بھی۔ مگر۔۔۔"اس نے گہرا سانس لیا"مجھ سے یہ عادت چھوڑی نہیں جا رہی۔ میں شروع شروع میں بہت شرمسار محسوس کرتا تھا مگر آہستہ آہستہ جیسے احساس ندامت بھی مجھ سے ہار گئی۔ اب تو یقین کریں شیطان کے بہکاوے میں

آ کر پورن فلم لگا لیتا ہوں مگر بیچ میں ہی میری دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ میں رک جاتا ہوں پر یہ دیکھنے کی عادت ختم نہیں ہو رہی۔ میں کیسے روکوں خود کو؟" اس کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔

افاف نے دل ہی دل میں اسے کوسا تھا جو اپنے گناہ کا اعتراف کر رہا تھا۔

"اس کا تو کوئی حل نہیں ہے۔"

ان کے جواب پر سب بھونچکارہ گئے تھے۔ یہاں سے ہمیشہ حل ملتا تھا مگر آج ایسا نہیں ہوا تھا۔

"اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں کہونگا آپ استغفار کیجیے یا زیادہ سے زیادہ مسجد میں بیٹھیے یا نکاح کر لیجیے تو ایسا میں نہیں کہونگا۔"

اس لڑکے کا دل ڈوبا تھا۔ وہ اسی امید کے ساتھ آیا تھا کہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف سب کے سامنے کر رہا ہے تو حل بھی ملے گا۔

"سر اس کا حل تو یہی ہے نا کہ خود کو زیادہ سے زیادہ گیڈ جٹس سے دور رکھا جائے۔" ایک لڑکی نے حل پیش کیا تھا۔

"کیسے؟"

"صرف جب ضرورت ہو تب ہی فون یا لیپ ٹاپ اٹھایا جائے۔"

"اور ضرورت کا کوئی وقت متعین ہے ؟"

ان کے سوال پر لڑکی لاجواب ہو گئی تھی۔

"آج کل اگر آپ جاب کرتے ہیں یا طالب علم ہیں تو انٹرنیٹ پڑھائی کا سب سے بڑا سورس ہے۔ کتنے گھنٹے خود کو دور رکھا جائے گا ؟اور جس وقت پڑھائی کی نیت سے فون اٹھایا جائے کیا اس وقت شیطان غالب نہیں آئے گا ؟

"سر نکاح تو سنت ہے اور حکم ہے کہ آپ کو گناہ سے روکتی ہے۔ اکثر آپ نکاح کر کے زنا جیسے فعل سے رک جاتے ہیں۔ کیونکہ پورن آپ کو اکساتی ہے گناہ پر اور نفس کو کمزور کرتی ہے۔ میرے خیال میں نکاح تو مسئلے کا حل ہے۔" گول دائرے میں سے ایک لڑکے نے حل پیش کیا تھا۔

"میرے پاس بہت سے کیسز ہیں جس میں اسی فیصد مرد نکاح شدہ ہوتے ہیں جب وہ زنا جیسا فعل کرتے ہیں۔ البتہ نفس کی بات سے میں agree کرتا ہوں۔"

اس لڑکے کی گردن پر پسینہ جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔

"بچے کیا آپ کو لگتا ہے کہ اگر آپ نکاح کر لیں گے تو پورن کی عادت چلی جائے گی ؟" انہوں نے ڈائریکٹ اس لڑکے سے سوال کیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ انگلیاں باہم پھنساتا اس سوال پر غور کرنے لگا اور بہت دیر بعد جواب آیا تھا "شاید۔"

"کیوں دیکھنا شروع کیا تھا؟" عجیب سا سوال آیا تھا۔

اسے اپنے آپ پر شرمندگی محسوس ہونے لگی۔

"پہلی بار دوستوں نے زبردستی دکھایا تھا اور دوسری بار تجسس کے مارے دیکھا تھا۔ مجھے تجسس ہونے لگی تھی اور پھر آہستہ آہستہ اچھا لگنے لگا مگر مجھے دیکھنے کے بعد سکون نہیں ملتا تھا۔ میں نماز پڑھتے وقت شرمندگی محسوس کرتا تھا۔"

"کہ اب اللہ دیکھ رہے ہیں؟"

"نہیں۔" لڑکے کی آواز میں پشیمانی تھی "میں جانتا ہوں کہ اللہ تب بھی دیکھ رہے تھے جب میں گناہ کر رہا تھا۔ شرمندگی اس لیے ہوتی ہے کہ مجھے دیکھتے وقت اللہ کا خوف یاد نہیں رہتا۔ میں ہسٹری ڈیلیٹ کر دیتا تھا کہ میرے گھر والوں میں سے کوئی دیکھ نہ لے کہ میں کیا دیکھتا ہوں مگر میں اللہ سے نہیں ڈر رہا تھا کہ وہی تو مجھے دیکھ رہے ہیں۔"

"استغفر اللہ۔" ایک لڑکی نے اونچی آواز میں کہا تھا۔

"بے شک استغفر اللہ مگر ہمیں اس وقت نوجوان نسل کی مدد کرنی چاہیے نا کہ انہیں شرمندہ کروائے۔" وہ جان گئے تھے کہ لڑکی نے جان بوجھ کر استغفار کہتے ہوئے اسے شرمندہ کرانا چاہا تھا۔

"ہماری نوجوان نسل اس بیماری کا شکار ہو رہی ہے اور مجھے اس بچے کی ہمت کو داد دینی ہو گی کہ وہ اس مسئلے سے نکلنا چاہتا ہے ورنہ بہت سے لوگ اس کو عام سی بات سمجھتے ہیں جب کہ ایسی فلمیں دیکھنا گناہ ہیں۔"

وہ لڑکا اپنے دنوں انگوٹھوں کو آپس میں مسل رہا تھا۔

"جس دن تم اپنے شیطان کو نہیں ہراؤ گے تو اس گناہ سے نہیں نکل سکو گے چاہے تم نکاح ہی کیوں نہ کر لو۔"

اس لڑکے کے انگوٹھے رک گئے تھے۔

"یہ گناہ شیطان کا رزق ہے۔ کبھی کبھار لوگ بہت سادکھ دیکھ کر اور پھر یک دم اللہ کی طرف سے ملنے والی راحت کے باعث گناہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر کے جس نے راحت دی ہے تو کیا ہم پر فرض نہیں کہ اس کی بات مانی جائے۔ دیکھو تمہارے گناہ سے صرف تمہیں نقصان پہنچے گا۔ تو سوچو کہ اللہ چاہے گا کہ اس کا بندہ خود کو نقصان پہنچائے؟ اس کا حل

یہی ہے کہ تم خود اپنے نفس سے لڑو۔ تم انٹرنیٹ کا بھی استعمال کرو اور جو نمازیں پڑھتے تھے وہ اللہ کے لیے پڑھو اس نیت سے نہیں کہ بس نماز ہی روکے گی مجھے اور پھر دیکھو کہ نماز پڑھنے کے بعد بھی پورن دیکھنے کا دل ہو رہا تھا تو پھر نماز پڑھنے کا کیا فائدہ ہوا؟"

وہ بہت غور سے انہیں سن رہا تھا۔

"ایک وقت آئے گا کہ تمہارا خود ہی ایسی چیزیں دیکھنے کا دل نہیں کریگا۔ کہتے ہیں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی تنہائی پاک رکھے۔ یہ تنہائی کو خراب کرنے والی بہت سی گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اس ڈر سے مت ہسٹری ڈیلیٹ کرو کہ لوگ دیکھ کر تمہارے بارے میں کیا سوچے گے بلکہ تم اپنے بارے میں سوچو۔ کیا اللہ نے انسان کو اتنا ویک بنایا ہے کہ وہ شیطان سے ہار جائے؟ کیا وقتی لذت اور خوشی کا احساس اتنا اہم ہوتا ہے کہ ہم شیطان کو جیتنے دیں؟ کبھی کبھار ہمیں شیطان اتنا ٹرین کر دیتا ہے کہ اسے ہمیں بہکانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تم اپنا لائحہ عمل خود بناؤ اور دیکھو کہ کیا اب بھی شیطان تمہیں بہکاتا ہے یا وہ اب تمہیں اتنا ٹرین کر چکا ہے کہ بس دور بیٹھا تمہیں یہ کام کرتا دیکھتا ہے۔"

وہ لڑکا ہلکے پھلکے دل کے ساتھ سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"دوبارہ ملنے آنا تو اپنا لائحہ عمل لانا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نشست برخاست ہو چکی تھی۔ سارے اٹھنے والے افاف سمیت اسے گھور گھور کر جا رہے تھے کہ اس کی شکل دیکھ لیں جو پورن دیکھتا ہے پر وہ سر جھکائے بیٹھا رہا یہاں تک کہ جب کمرہ خالی ہو گیا وہ تب اٹھا تھا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اس نے ناک کے گرد مفلر گھما کر پہنا ہوا تھا۔ سر پر کیپ پہن رکھی تھی اور کالی جیکٹ سے خود کو ڈھانپ رکھا تھا، وہ جانتا تھا کہ کوئی اس کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا مگر سب نے ایک بار اس کی شکل دیکھنے کی کوشش کی تھی تا کہ اس پر افسوس کر سکے۔

انسان کبھی کبھار اسی چیز سے گھبراتا ہے کہ اس دنیا میں آنے والا ہر انسان گناہ گار ہے مگر اپنے گناہ کا بس اسے ہی پتا ہوتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی کو اس کے گناہ کے بارے میں پتا نہ لگ جائے ورنہ انسان اسے ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ خطا کار تو بس وہی ہے۔

☆☆☆☆

ایف الیون والے گھر میں حسین اور زینب لاؤنج میں بیٹھے کھلونوں سے کھیل رہے تھے۔ ان کی پہلی سالگرہ گزر گئی تھی مگر طوبیٰ نے ان کی سالگرہ کا کوئی اہتمام نہیں کیا تھا۔ وہ بمشکل دوبارہ سے آفس جانا شروع ہوئی تھی شہباز کی موت کے بعد وہ بیزار سی رہنے لگی تھی جیسے زندگی میں کوئی رنگ نہ ہو۔

اس وقت وہ باتھ روم میں نہا رہی تھی اور اس کے کمرے میں بیڈ پر رکھا فون تھر تھرا رہا تھا جب ہاشم اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر داخل ہو رہے تھے۔انہیں باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔

بیڈ پر پڑا فون زوں زوں کر رہا تھا۔

ہاشم نے آگے بڑھ کر اسکرین پر نمبر دیکھا تھا۔افاف کا نام پڑھ کر کڑواہٹ ان کے منہ میں گھل گئی تھی۔

"ہیلو۔"انہوں نے خشک لہجے میں کہتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا۔

"السلام علیکم بھائی صاحب۔کیسے ہیں؟"صبیحہ کی جھجکتی سی آواز انہیں سنائی دی تھی۔

"جی ٹھیک ہوں۔"

"وہ طوبیٰ بیٹی سے بات کرنی ہے۔"

"مجھے پیغام دے دیں۔"

"اگر مصروف ہے تو بعد میں فون کر لو نگی۔"

"وہ اب باہر ملک جا چکی ہے۔"انہوں نے بلا سوچے سمجھے کہا تھا۔

"باہر؟"صبیحہ حیران ہوئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انہیں صبیحہ کے پیچھے سے افاف کی آواز سنائی دی تھی۔

"اچھا وہ افاف کہہ رہی ہے کہ باہر والے سم کا نمبر دے دیں۔ ویسے پاکستانی سم اب آپ کے پاس رہتی ہے؟"

"جی۔ بات مجھے بتا دیجیے۔ وہ مصروف رہتی ہے میں اسے بتا دیتا ہوں۔"

دوسری طرف خاموشی چھائی رہی۔

"افاف کی شادی ہے عید کے بعد۔ پہلے ہفتے میں۔ طوبیٰ کو بلانا تھا۔" صبیحہ کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

"وہ اب موآن کر چکی ہے۔ براہ کرم دوبارہ کال مت کیجیے گا۔"

وہ فون کان سے ہٹا کر کاٹ چکے تھے اور فوراً سے کال لوگ سے ان کا نمبر ڈیلیٹ کر چکے تھے۔

☆☆☆☆

فلیٹ میں بس لاؤنج کی ہی بتیاں روشن تھیں۔

ضیغم اپنا مخصوص لیدر کا کالا لباس زیب تن کیے اب گلوز پہنے خود کو شیشے میں دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ہی ڈریسنگ ٹیبل پر بیگ رکھا ہوا تھا جس میں ٹارچر کا سامان تھا۔

"تمہیں یہ بھی بتاؤ گا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی کیسے مارے گئے۔" وہ خود کلامی کر رہا تھا۔

وہ اٹھی مسکراہٹ کے ساتھ آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہا تھا جب ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا اس کا فون بج اٹھا تھا۔ مختار کا نام پڑھ کر اس کے چہرے کے زاویے بدلے تھے۔

"کیا موت پڑ گئی ہے اب تمہیں؟ تم تیار نہیں ہو؟" ضیغم آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے لہجے میں زمانے بھر کی بیزاری بھر چکا تھا۔

"سر ہمیں فوراً سے اسلام آباد سے جانا ہے۔" مختار کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

"کیوں؟" ضیغم کے ابرو اکٹھے ہو گئے تھے۔

"سر، علی سر کے خاص آدمی نے پیغام پہنچایا ہے کہ پولیس کو کسی نے ٹپ دی ہے کہ آپ ملوث ہیں جی شہباز کے قتل میں۔ کوئی ثبوت ملا ہے۔ ٹائم نہیں ہے جی، ہمیں جلدی پشاور پہنچ کر باہر جانا ہے۔ بس جلدی نکلے سر میں لابی میں کھڑا ہوں۔"

فون کاٹ دیا گیا تھا اور ضیغم کے کانوں میں سائیں سائیں ہو رہی تھی۔ اسے پولیس کی فکر نہیں تھی، ڈیڈی سنبھال سکتے ہیں اسے افاف کی فکر تھی۔

افاف کو پہلے ہی شک تھا کہ اس کا بھائی قتل ہوا ہے اور اگر اسے ضیغم کا پتا چل گیا تو ضیغم کے لاکھ انکار کرنے پر بھی وہ اسکی بات کا یقین نہیں کریگی۔ وہ دکھی تھی اور اسے کوئی چاہیے تھا جس پر وہ بلیم کر سکے۔ وہ افاف کی نظر میں گرنا نہیں چاہتا تھا۔

ضیغم نے پرفیوم کی بوتل اٹھا کر فرش پر دے ماری تھی۔

پرفیوم کی بوتل ٹوٹ چکی تھی اور پرفیوم کی تیز مہک سارے لاؤنج میں پھیلنے لگی تھی۔

جاری ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

نئے سرے سے

(دو ناامید لوگوں کی کہانی)

باب 9

پہلا حصہ

غم کا حساب

ماہ نور زہرا

عید الفطر کا دن نہایت بوجھل گزرا تھا اس گھر میں۔ چند ہی مہینوں میں دو اموات دیکھ لی تھی اس گھر نے اور اب دونوں خواتین میں سے کسی کا بھی دل نہیں تھا کہ وہ تیار ہو۔ جب دل میں ہی خوشی نہ ہو تو تیار ہونے سے بھی کیا ہو گا۔ اسے پچھلے سال کی عید یاد آئی تھی جب سب ٹھیک تھا۔ جب بھائی زندہ تھے، جب انہیں بھابی نے گھر سے نہیں نکالا تھا، جب ابو جی بھی زندہ تھے۔ ایک ہی سال میں کتنا کچھ بدل جاتا ہے۔

افاف نے صاف ستھرے لان کے کپڑے اور شفعون کا ڈوپٹہ اوڑھ لیا تھا کہ محلے والے صبح ہی صبح اماں کی دلجوئی کرنے کے لیے آ گئے تھے۔ اماں کی روئی روئی سی آنکھیں اور افاف کا بجھا

ہوا چہرہ دیکھ کر محلے کی خواتین ان کو دلاسہ دے رہی تھی۔ وہ اپنے ساتھ شیر خورمہ اور قورمہ بنا کر لائی تھی۔

دن کے وقت خواتین رخصت ہوئی تھی تو اافاف عصر کی نماز پڑھنے کے لیے جائے نماز پر کھڑی تھی جب گیٹ کی بیل بجی تھی۔

اماں ڈوپٹہ سر پر درست کرتی صحن کی طرف نکلی تھی۔

"کون ہے ؟" وہ گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی تھی۔

"آنٹی دروازہ کھولیے۔" انہیں گیٹ کے باہر سے مردانہ آواز آئی تھی۔

"بیٹا کس سے ملنا ہے ؟" اماں آواز کو پہچان نہیں پا رہی تھیں۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

"دادی دروازہ کھولیں۔"

ننھی بچی کی دادی کہنے پر اماں کے پاؤں جیسے کسی نے زنجیر سے باندھے تھے۔ دل کو دھکا سا لگا تھا۔ انہیں کون دادی کہہ سکتا ہے ؟ زینب اور حسین تو سال کے ہونگے۔ وہ کہاں بول سکتے ہیں۔

اماں نے گیٹ کا چھوٹا دروازاہ کھولا تھا۔ سامنے ہی چھوٹی سی بچی وہیل چیئر پر بیٹھی تھی اور اس کے پیچھے نوجوان لڑکا کھڑا تھا اور ساتھ ہی ان کی عمر کی خاتون۔

"اماں آنے دیں۔نوال ہے یہ۔میں نے بلایا ہے اسے۔"انہیں اپنی پشت پر افاف کی آواز سنائی دی تھی۔

اماں کی آنکھیں نوال سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔انہیں بھول گیا تھا کہ شہباز کی تیسری اولاد بھی ہے۔وہ یک دم ہی شرمندگی محسوس کرنے لگی تھی۔

وہ پانچوں اشخاص اب بیٹھک میں براجمان تھے۔اماں اور افاف کے بیچ میں نوال بیٹھی ہوئی تھی۔اماں اس کا ننھا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبائے چومتے ہوئے کتنی ہی دیر روتی رہی تھی۔انہیں آج ویسے ہی شہباز بہت یاد آرہا تھا اور اب اس کی اولاد دیکھ کر تو ان سے رہا نہیں گیا۔ان کی رونے کی وجہ سے سوجھ جانے والی آنکھیں دیکھ کر ناصرہ کے دل کو بھی کچھ ہوا تھا۔ان کچھ مہینوں میں دونوں خاندانوں کا بہت بڑا نقصان ہوا تھا۔

بسام کالی شرٹ اور بلیو جینز پہنے بالوں کو اچھے سے برش کیے،ٹانگ پر ٹانگ رکھے ناصرہ کے برابر میں بیٹھا کھڑکی کو ہی دیکھے جا رہا تھا۔اس کی حتی الامکان کوشش تھی کہ وہ افاف کو نہ دیکھے۔وہ افاف کو دیکھنے سے گھبراتا تھا،افاف کی آنکھوں میں جیسے کوئی لیزر فٹ تھا۔اس سے نظریں ملنے پر افاف اپنی آنکھوں سے شعائیں چھوڑتی تھی۔

افاف نوال کی وہیل چیئر گھسیٹ کر بیٹھک سے باہر لے گئی تھی۔

"نوال بہت پیاری بچی ہے۔" اماں نے ناصرہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ناصرہ نے مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

کمرے میں ایک بار پھر سرد سی خاموشی پھیل گئی تھی۔

"میں تو شہباز کے جانے کے بعد بس کسی کام کی نہیں رہی۔ بس کام کی ہی چیزیں یاد رہ جاتی ہیں۔ کبھی تو وہ بھی نہیں یاد رہتی۔ مجھے شرمندگی ہو رہی ہے کہ میں نے نوال کا حال احوال کیوں نہیں پوچھا؟" اماں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں مسلتے ہوئے شرمندگی کا اظہار کر رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بیٹھک کی کھلی کھڑکیوں سے افاف دکھائی دے رہی تھی جس نے صحن میں ہی کچن کے قریب نوال کی وہیل چیئر کھڑی کر رکھی تھی اور سینے پر ہاتھ باندھے، دروازے کے فریم سے ٹیک لگائے مسکرا کر اس کی بات سن رہی تھی۔ بسام ہونٹوں پر دائیں ہاتھ کی مٹھی رکھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ شاید اس کی توجہ اس طرف نہ ہو یا اس کھڑکی کے دوسری طرف کھڑے شخص کو اندر کا منظر نظر نہ آتا ہو۔ وہ اسے مہرون رنگ پہنے اچھی لگ رہی تھی۔

"شوال کی دس تاریخ کو افاف کا نکاح ہے۔ آپ لوگ ضرور آیے گا۔"

صبیحہ کی آواز بسام کے کانوں کو بھدی لگی تھی۔

"ماشاءاللہ۔ لڑکا کیا کرتا ہے؟" ناصرہ نے سوال پوچھا تھا۔

بسام کا دل ڈوب گیا تھا۔ آنکھیں پھیل سی گئی تھی۔ اسے یک دم ہی گھٹن کا احساس ہونے لگا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر صبیحہ کو دیکھا تھا۔ یہاں بیٹھی دونوں ہی خواتین اس کا چہرہ نہیں دیکھ رہی تھی، دیکھ لیتی تو خوفزدہ ہو جاتی۔ اس کے چہرے کا رنگ نچڑ گیا تھا جیسے جسم کا سارا لہو نکال دیا ہو کسی نے۔ اس نے سینے کی طرف شرٹ کے دو بٹن کھول لیے تھے۔

"جوتوں کا کاروبار کرتا ہے۔ اچھا کماتا ہے۔"

اس نے نظریں صبیحہ سے پھیر کر واپس کھڑکی کی طرف موڑلی تھی۔ اب وہ وہاں نہیں تھی۔ وہ ایک ہی پل میں دسترس سے دور نظر آنے لگی تھی۔ اس کا دل چاہا تھا وہ یہاں سے اٹھ جائے۔

"کیا ہوا ہے؟" ناصرہ نے سرگوشی کی آواز میں اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے طبیعت سہی نہیں لگ رہی اپنی۔ شاید ٹیکسی میں پیٹرول کی بدبو زیادہ تھی۔" بسام اپنا سینہ مسل رہا تھا۔

اسے واقعی ابکائی آرہی تھی۔ اسے اپنی ہی فیلنگز کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے؟ کیسے روکے؟ دعا کرے یا منت کرے؟

Clubb of Quality Content

وہ کب سے افاف میں اتنا انوالو ہو گیا تھا کہ اس کی شادی کی خبر سن کر اسے اپنی زندگی بے رنگ لگ رہی تھی۔اسے لگا تھا یہ سب وقتی ہے۔اسے کبھی کسی لڑکی پر کرش نہیں ہوا تھا شاید یہ کرش ہے لیکن اگر یہ کرش ہے تو اسے تکلیف کیوں ہو رہی تھی؟

"بہت طبیعت خراب ہے؟"امی نے اس کے ماتھے کو چھوا تھا۔

"کیا ہوا؟"صبیحہ نے فکر مندی سے اسے دیکھا تھا۔

"اصل میں ٹیکسی والے نے راستے میں پٹرول ڈلوالیا۔اسے ایسی بدبو سے سر میں درد ہو جاتا ہے۔اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"ناصرہ اس کا زرد چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔

"امی چلتے ہیں۔"وہ مزید نہیں رکنا چاہتا تھا۔اسے لگ رہا تھا اس کی آنکھیں بھیگ رہی ہیں۔

"بس چائے آگئی۔"صبیحہ بسام کا چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی کہ اسی وقت افاف ٹرے پکڑے اندر داخل ہوئی تھی"بس چائے تو پی لیں۔"

"چائے پی لیتے ہیں۔"ناصرہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نرمی سے دبایا تھا۔

افاف نے اس کا چہرہ دیکھا تھا جس پر ہوائیاں سی اڑی لگ رہی تھی۔اس کی پلکیں لرز رہی تھی۔

افاف کندھے اچکا کر باہر نکلی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں بیٹھک اس کے لیے پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔اسے اس کمرے میں وحشت ہو رہی تھی۔

نوال دادی کے ہاتھ سے بہت لاڈ سے کھا رہی تھی جبکہ بسام بمشکل چائے کے دو گھونٹ بھر کر پیالہ واپس میز پر رکھ چکا تھا۔ صبیحہ اور ناصرہ کبھی بسام کی جاب کے بارے میں، کبھی افاف کی شادی کے بارے میں اور کبھی شافعہ کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔وہ نظریں جھکائے بے دلی سے بیٹھا رہا۔ کتنی دفعہ اس نے ماں سے کہا کہ ٹیکسی بک کرواؤں اور وہ پانچ منٹ کہہ دیتی۔پانچ منٹ کرتے کرتے چھ بج گئے تھے جب بالآخر اسے ٹیکسی منگوانے کی اجازت مل گئی تھی۔

ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے اس نے افاف پر آخری نظر ڈالی تھی۔اسے لگا تھا یہ آخری بار ہے جب وہ اسے دیکھ رہا ہے اور شاید اب وہ اسے کبھی نہ دیکھ سکے۔

☆☆☆☆

سیگل محل میں پول کے پانی پر پھولوں کا عکس بن رہا تھا جو مصنوعی چھت پر لگے ہوئے تھے۔ پول کے قریب علی اوتومن پر پیر رکھے جوس کا گلاس تھامے رنجیدہ لگ رہے تھے۔ ضیغم کے انگلینڈ چلے جانے کے بعد سے ان کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔وہ اب چھوٹا نہیں تھا

کہ زور زبردستی کروا کر اسے ری ہیب بھیجا جاتا۔انہیں یہی لگا کہ اسے ملک سے دور بھیجا جائے۔ مگر جب سے وہ گیا تھا انہیں کسی پل چین نہیں مل رہا تھا۔نہ وہ گھڑی مل رہی تھی نہ وہ یوایس بی جو اس کے بیٹے کو ڈبو سکتی تھی۔وہ جوس کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ مسلنے لگے۔

"کیسے ہیں آپ؟"

عالیہ کی آواز پر انہوں نے چونک کر گردن موڑی تھی۔

عالیہ شنیل کا بیگ پیروں کے قریب رکھتے ہوئے ان کے برابر آرام دہ کرسی پر بیٹھی تھی۔اس نے سلک کے کورڈ سٹ پر ہم رنگ پرپل فریم کی عینک ماتھے پر ٹکائی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔" علی نے نہایت بجھے انداز میں جواب دیا تھا۔

"کیوں کیا ایسے؟"

"کیا؟"

"اسے جھوٹ بول کر باہر بھیجا۔اس بیچارے کا بھلا شہباز کی خودکشی سے کیا تعلق؟کیوں کیا ایسے؟"

Clubb of Quality Content

علی نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے اور پھر بند کر کے گہرا سانس لیا۔عالیہ غور سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی جن کے چہرے تکان تھی۔

"کیا رئیسہ گھر پر ہے؟"عالیہ نے آواز دھیمی کر لی تھی۔

"نہیں۔وہ اپنی کسی دوست کے گھر عید پارٹی پر گئی ہے۔"انہوں نے اپنی دائیں کلائی میں بندھی اسمارٹ واچ میں ٹائم دیکھا تھا جو رات کے سات بجا رہی تھی۔

"بھائی آپ بتا دیں بس۔کیوں دل میں دبائے بیٹھے ہیں؟"عالیہ بھائی کی چپ سے زچ ہو گئی تھی۔

ان کے ارد گرد مدہم روشنیاں پھیلی ہوئی تھی جو اعصاب کو سکون دیں پر انہیں سکون مل نہیں رہا تھا۔

"ہاں میں بھی اب بتا دینا چاہتا ہوں تمہیں۔تم نے اس کی پرورش میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔تمہیں پتا ہونا چاہیے۔"وہ جیسے ہار مانتے ہوئے گردن اس کی طرف پھیر چکے تھے۔

"ضیغم جتنا ذہین ہے اس نے اپنی ذہانت کا استعمال سہی نہیں کیا۔وہ ایک بلی ہے۔"وہ آہستہ آہستہ پردہ اٹھا رہے تھے۔

عالیہ ابرو اٹھائے انہیں دیکھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس نے اپنے کلاس فیلوز اور جو فٹ بال کلب جوائن کیا تھا وہاں کے بچوں کو بلی کرنا، ٹارچر کرنا شروع کر دیا۔"

"ٹارچر؟ مطلب فزیکلی؟"

"ہاں، انہیں جانی نقصان پہنچانا اور پھر ان کی اہم اشیا اپنے پاس رکھنا۔ وہ ٹرافی کلیکٹر بن گیا۔ مسئلہ اس کا بھی نہیں تھا۔ میں اسے ری ہیب لے گیا۔ دکھ اس کا ہے وہ کہ مرڈرر بن کر لوٹا۔ وہ ٹھیک ہونے کے بجائے مزید بگڑ گیا۔"

"ایک منٹ، ایک منٹ۔" وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

اس کے لیے ضیغم سے متعلق ایسی باتیں ہضم کرنا مشکل ہو رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا یہ کوئی اور ہو گا پر ضیغم نہیں۔

وہ پول کے کنارے دائیں بائیں چلنے لگی۔

"اسے ری ہیب لے گئے آپ؟ کب؟ مجھے کیوں پتا نہیں چلا؟"

"اس نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔" انہوں نے جیسے بہن کا سوال نہیں سنا تھا" اس نے جھوٹ نہیں بولا بتا دیا کہ وہ قتل سیلف ڈیفنس میں کیا تھا۔" وہ اپنی بہن کو پینڈولم کی طرح دائیں بائیں واک کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

Clubb of Quality Content

"قتل؟" عالیہ کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔وہ ایڑھیوں کے بل گھوم کر علی کا چہرہ دیکھنے لگی جو بیمار سے لگ رہے تھے۔

"وہ اس واقعے سے اس قدر متاثر ہو چکا تھا کہ بالکل بدلا ہوا ضیغم نظر آنے لگا۔اپنے کالج کا وقت اس نے منضم طریقے سے گزارا بلکہ انگلینڈ میں بھی مجھے اس کی طرف سے کوئی شکایت نہیں ملی۔" وہ او تو من سے پیر ہٹا چکے تھے۔

عالیہ دائیں بائیں گھومتے ہوئے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے غم اس بات کا ہے کہ اس نے مجھے دھوکے میں رکھا۔وہ اچھا اداکار ہے۔" انہوں نے افسوس سے گہرا سانس بھرا تھا۔

"اس نے خاموشی سے شہباز اور شافعہ کو قتل کیا اور وہ ایسے بنا رہا جیسے سب نارمل ہے۔"

عالیہ کے جسم کا رخ پول کی طرف اور گردن بھائی کی طرف مڑی رہ گئی تھی۔دل رک رک کر چلنے لگا تھا۔چند ساعتیں تو دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کی شکل ہی دیکھتے رہے۔

"کیوں؟" اسے اپنی آواز کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔

"کچھ نہیں پتا۔" علی کا چہرہ اترا ہوا لگ رہا تھا۔

"شہباز سے وہ بات کرنے گیا تھا اور احمد جانتا تھا۔لیکن۔۔۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

احمد کے نام پر عالیہ کا سانس اٹکا تھا۔

"اسے اپنے غصے پر قابو نہیں رہا۔ وہ پستول لے کر چلا گیا اور اس نے اعتراف کر لیا کہ وہی شافعہ کا قاتل ہے۔ شہباز کو غصہ آگیا اور اس نے ضیغم کے ہاتھ سے پستول چھیننی چاہی۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور شہباز کو گولی لگ گئی۔"

"احمد جانتے ہیں؟" وہ اب تک بے یقین تھی۔

علی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہاں کہا تھا۔

عالیہ اف کرتی پول کے کنارے بیٹھ گئی تھی اور پول کے پانی میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھنے لگی۔

(تم۔۔۔ تم شر پیدا کرو گی۔)

ان کے کانوں میں کسی کا جملہ گونجا تھا۔ انہوں نے دائیں ہاتھ کی مٹھی اپنے سینے پر رکھ لی تھی۔ بہت سے آنسو انہوں نے پینے کی کوشش کی تھی پھر بھی ایک بے شرم آنسو ان کے دائیں گال کو گیلا کر گیا تھا۔

"مزید یہ کہ وہ گھڑی جو اس نے شافعہ کو مروانے کے لیے استعمال کی تھی اس کا ٹکڑا رہ گیا تھا جو شہباز کے قبضے میں تھا۔ شہباز اپنے دوست سے مدد لینے گیا اور اس نے پروموشن کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بدلے وہ اہم ثبوت مجھے دیا۔ شہباز کی گاڑی میں ڈیش کیم لگا تھا جس میں شہباز کی موت کا منظر قید ہے جو کہ ایس ایچ او نے مجھے سونپ دیا تھا۔"

"اور وہ ثبوت ہمارے پاس ہی ہے نا؟" اس نے موہوم سی امید لیے سوال پوچھا تھا۔ وہ پول کے ٹھہرے پانی پر نظریں جمائے بیٹھی ہوئی تھی۔

علی لب کاٹنے لگے۔ گلہ بھر گیا تھا۔

ان کی طرف سے جواب نہ پا کر عالیہ نے گردن موڑ کر بھائی کو دیکھا تھا جو نظریں چرائے لب کاٹ رہے تھے۔

"نہیں ہے۔" عالیہ نے مایوسی بھرے لہجے میں خود ہی جواب دیا تھا اور پھر حیرت سے ان کی طرف مڑی "کیسے بھائی؟ آپ نے کہاں رکھے تھے؟" وہ جیسے یک دم جاگی تھی۔

خون رگوں میں تیزی سے دوڑ رہا تھا۔

"نہیں پتا۔ میں نے گھر کے ملازموں تک کے سامان کنگھال لیے۔ ضیغم کا کمرہ دیکھ لیا۔ لان تک کی کھدوائیاں کروالی۔ مجھے نہیں پتا وہ دونوں چیزیں کہاں گئی پر غائب گھر سے ہوئی ہیں۔" وہ دونوں گھٹنوں پر کہنیاں رکھے آگے کو جھکے بیٹھے تھے۔

عالیہ گہرے گہرے سانس بھرتے بھائی کو دیکھ رہی تھی کہ علی نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور پھر نفی میں گردن ہلائی تھی۔وہ عالیہ کی آنکھوں سے جھلکتے شک کو دیکھ چکے تھے۔

"نہیں۔نہیں۔"وہ انکار کرتے ہوئے ہنس دیے"اسے میں اتنی اہم باتیں نہیں بتاتا۔اسے میں نے اسپیشلی اس کے گھر بھیجا تھا۔اسے میرے لاکر کا کوڈ بھی نہیں پتا۔رئیسہ نہیں ہو سکتی۔"وہ نفی میں سر ہلاتے پیچھے ٹیک لگا چکے تھے۔

عالیہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں دبائے وہی بیٹھی رہی۔نجانے کیوں اسے بھائی کی لاجک پر یقین نہیں آیا تھا۔وہ اپنی بیوی سے محبت کرتے تھے،اس کے ایک جھوٹ نے رئیسہ کا مقام ان کی نظر میں کم کر دیا ہو گا مگر محبت کوئی نہ کوئی لاجک سامنے کھڑی کر کے محبوب کو معاف کروا ہی لیتی ہے۔اب انہیں رئیسہ پر شک تھا اور وہ اس سے سچ اگلوانے کے طریقوں پر غور کرنے لگی تھی۔

"امریکن ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس نے بچپن میں کوئی ٹراما دیکھا ہے یا کوئی ایسا ٹارچر جسے یہ replicate کرتا ہے۔"وہ سر کرسی سے لگائے مصنوعی آسمان پر بنے پھولوں کو دیکھنے لگے۔

"کیا ہو سکتا ہے وہ؟"

اس پول سے دور رئیسہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کیے، دروازے سے کمر ٹکا کر سینے کے مقام پر دایاں ہاتھ رکھا تھا۔

(چالاک لومڑی اب کیا کریگی؟)

وہ پارٹی سے جلدی گھر آگئی تھی اور پول کے قریب دونوں بہن بھائیوں کو راز و نیاز کرتے دیکھ کر وہ اس طرف بڑھی تھی اور دونوں بہن بھائی کی باتیں سن چکی تھیں۔

علی جھوٹی پریگننسی والی بات کے بعد بھی اس سے محبت کرتے تھے پر عالیہ۔۔۔وہ اس کی سب سے بڑی دشمن تھی۔

☆☆☆☆

رات اتنی گہری تھی کہ فجر کی اذان میں بس آدھا گھنٹا رہ گیا تھا۔یہ وقت یا سونے والوں کے لیے ہوتا ہے یا پھر جاگنے والوں کے لیے۔اور اس وقت کون جاگ سکتا ہے؟ جسے نیند نہ آتی ہو۔جس کی نائٹ شفٹ ہو۔۔۔یا جس نے اللہ سے بات کرنی ہو۔

مارچ کے موسم میں ہلکی سی ٹھنڈ ہی رہ گئی تھی جو جسم کو بھلی لگتی تھی اور ایسے میں وہ تہجد کی آخری رکعت میں تھا۔آنسو خود بہ خود اس کے گال کو گیلا کر گیا تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ شیطان کو ہرا کر رہے گا۔ پورن دیکھنے کی عادت بہت پرانی اور پکی تھی۔ عادت چھڑانا آسان نہیں تھا۔ وہ سائٹس تو دماغ میں قید تھیں، وہ کیسے بھولتا؟ مگر بھولنا ضروری تھا بھی نہیں۔ نفس پر قابو کا ٹیسٹ آسان نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ امتحان مشکل ہوتا ہے اسی لیے اس کا اجر بھی اتنا ہی ہو گا۔ جس دن سے وہ افاف کے گھر سے آیا تھا اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

اس نے تمام انگلش مویز ڈیلیٹ کر دی تھی۔ اس کا دل پورن سے بھی اچاٹ ہو گیا تھا۔ یہ چوتھا دن تھا جب اس نے پورن کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے زندگی بے رنگ ہو گئی ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ سلام پھیرنے کے بعد تشہد کی حالت میں بیٹھا رہا۔ اس کے ارد گرد خاموشی تھی۔ اس نے خاموشی کو اس سے پہلے اتنا با معنی محسوس نہیں کیا تھا۔ جیسے خاموشی اسے تسلی دینا چاہ رہی تھی اور دل بے قرار ہی رہنا چاہتا تھا۔ اسے لگا تھا کہ افاف صرف کرش ہے۔ اسے کبھی کسی لڑکی پر کرش نہیں ہوا تھا۔ کوئی اس قدر اچھا نہیں لگا تھا۔ اس نے خود سے سوال کیا کہ افاف کی خوبصورتی اسے اچھی لگی تھی؟

شاید نہیں۔۔۔خوبصورت تورزاق کی بہن بھی تھی اوراسے پسند بھی کرتی تھی جبکہ افاف کی نظروں میں اس کے لیے صاف صاف ناپسندیدگی تھی۔

پھر؟

شایداسے اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھااوراسے غائبانہ طور پر تب سے افاف پسند تھی جب شہبازاسے افاف کی بیوقوفیوں کے قصے سناتے تھے۔وہ کتنی نخریلی اور ضدی ہے اور کبھی کبھار خود غرض بھی۔وہ انہیں سنتا تھااوراس وقت وہ دل کی دھڑکن میں ارتعاش محسوس نہیں کرتا تھا پراس سے غائبانہ تعارف بھی اچھا تھا۔اس کی باتیں سنتااسے اچھالگتا تھااور وہ تب سے اس سے محبت کرتا تھا۔بس اسے دیکھنے کااتفاق شہباز کے جنازے پر ہوا تھااور وہ اس لمحے میں قیدہ وگیا تھا۔اس محبت کااعتراف اس سے ملنے کے بعد کیا تھا۔

اس نے دعاکے لیے ہاتھ اٹھائے تھے اور کچھ دیراپنی ہتھیلی کی لکیروں کو دیکھتا رہا۔

"اللہ میں نے پڑھاہے کہ تہجد کی نماز ناکامیوں کارخ موڑدیتی ہے۔جو نصیب میں نہ ہو وہ بھی دے دیتی ہے۔میں جانتاہوں کہ مجھے یہ ناممکن لگ رہاہے، یااللہ تیرے تیرے لیے تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔مجھے افاف چاہیے۔"وہ اتنی دھیمی آواز میں مانگ رہا تھاکہ اسے اپنی آواز سرگوشی نما محسوس ہورہی تھی۔

"پلیز اللہ میری یہ دعا تو قبول کر دیجیے۔"اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھی۔

"میں باقی سب چیزوں اور محرومیوں پر صبر کر لونگا پر دل کی محرومی۔۔۔"اس نے ہچکی لی تھی اور پھر یک دم منہ پر بایاں ہاتھ رکھا تھا۔

"دل کا خالی پن برداشت نہیں ہو گا اللہ۔آپ کے لیے کچھ ناممکن نہیں ہے۔اس کا نصیب میرے ساتھ لکھ دیجیے۔"

وہ دنوں ہاتھ اٹھائے موہوم سی امید لیے دعا مانگ رہا تھا کہ کوئی معجزہ ہو جائے اور جمعہ کو افاف کا نکاح رک جائے۔

اسے دعا ہی وہ واحد حل لگا تھا جو وہ اس وقت کر سکتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆☆

صبح سے ہی موسم ابر آلود ہو رہا تھا پر موئے بادل برسنے کو نہیں دے رہے تھے۔موسم خوشگوار سا ہو گیا تھا۔

ابو جی کے دور کے کزنز شادی سے کچھ دن پہلے ہی آ گئی تھیں۔محلے والی خواتین اور ابو جی کے دور کی کزنز نے بضد افاف کی ڈھولکی رکھ لی تھی۔

اماں کی آنکھیں بھیگی جا رہی تھیں۔ان کا چہرہ غمگیں لگ رہا تھا۔سب جانتے تھے کہ بیٹی کی رخصتی کی وجہ سے وہ اداس ہیں، وہی سب انہیں تسلی بھی دیتے تھے کہ آپ لوگ ساتھ رہے گے۔بس بیٹی کو رخصت کرنے کے کچھ دن بعد آپ نے بھی ادھر ہی چلے جانا ہے۔

اافاف پیلا ہلکے کام والا جوڑا پہنے خالی دل کے ساتھ ہاتھوں پر مہندی لگوا رہی تھی۔اس کے ارد گرد بیٹھی محلے کی لڑکیاں تھال پر چمچہ مار مار کر گیت گا رہی تھیں۔گھر کی چھت پر قمقمے لگا دیے گئے تھے پر آنکھوں میں کوئی روشنی نہیں تھی۔لڑکیاں اسپیشلی اس کے لیے ابٹن لگا رہی تھی۔

وہ جمعے تک رہ جانے والے تین دن گن رہی تھی۔ہر دن اس پر بھاری تھا،اس نے سوچا تھا جب اس کی شادی ہو گی تو وہ کیسا محسوس کریگی؟اس کا دل بلیوں اچھلے گا۔وہ سوچے گی کہ شادی کے پہلے دن وہ اپنے شوہر سے کیا بات کریگی؟ صبح کیا ہو گا؟ پھر وہ لوگ ہنی مون پر کہاں جائے گے؟زندگی بہت حسین ہو گی مگر ایسا اسے لگ نہیں رہا تھا۔شاید ایسا ہو بھی لیکن اسے اپنے خوابوں کا شہزادہ نہیں ملا تھا تو خواب بھی ٹوٹ گئے تھے۔

اسے رہ رہ کر دوستوں کے ساتھ کی جانے والی گفتگو یاد آ رہی تھی۔وہ بہت فخر سے کہتی تھی کہ اسے بہت پیار کرنے والا شوہر ملے گا۔شاید وہ ہو بھی۔

جمعے کی دوپہر وہ سرخ فراک اور لمبا گھیر ادر لہنگا پہنے، بالوں کو کھلا چھوڑے ہلکے کرلز ڈالے انہیں دونوں شانوں پر کھلے چھوڑ چکی تھی۔ بھاری ایر نگز اور ہار پہنے وہ ہلکے میک اپ میں نہایت حسین لگ رہی تھی۔ اماں اسے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی مبادہ اسے نظر نہ لگ جائے۔ لڑکے کی خالہ اس کے سر سے بھاری بھاری نوٹ وار کر اپنی ملازمہ کو دے رہی تھی۔ لڑکے کے گھر سے چند ہی لوگ آئے تھے اور وہ افاف کو دیکھ کر چہ مگوئیاں کر رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں افاف کے لیے پسندیدگی بھی تھی اور افسوس بھی۔ بھلا چالیس سال کے مرد سے اتنی جوان لڑکی کا نکاح کیوں کروایا جا رہا تھا؟

بالآخر وہ لمحہ آگیا تھا جس سے وہ گھبرا رہی تھی۔ اس سے پوچھا جا رہا تھا کیا اسے بدر احمد قبول ہے؟

اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ ہونی شروع ہو گئی تھی۔ دل ڈوب رہا تھا۔ قبول ہے والی جالی دار سرخ چادر سے اس نے جھانکا تھا۔ کمرے میں بہت سی خواتین سروں پر ڈوپٹہ پہنے اسے دیکھ رہی تھی۔ اماں کہیں کونے میں سرخ ناک لیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دائیں طرف لڑکے کی خالہ اور بائیں طرف ان کی بہو بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے کرسی پر علامہ صاحب اور ابو جی کے دور کے چچا کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

Clubb of Quality Content

کمرے میں پن ڈراپ سائلنس تھا۔

کاش یہ ایک بھیانک خواب ہو۔اس کا دل یک دم انکاری ہو گیا تھا۔ہاں کا مطلب ساری زندگی کا رشتہ تھا۔

خالہ اسے پچکارنے لگی کہ ہاں کہو۔اس نے منمنا کر ہاں کہا۔

کمرے میں کھڑے نفوس نے سکھ کا سانس لیا اور پھر اافاف کی چوڑیوں کی کھنک سنائی دی۔وہ نکاح نامے پر دستخط کر چکی تھی۔سب کچھ سلو موشن میں ہو رہا تھا۔کیسے دلہا آ کر اس کے بائیں طرف بیٹھا، کب کھانا کھایا گیا اور کب رخصتی کا شور اٹھا، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔وہ بس جیسے خاموش تماشائی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آئی ایٹ میں بنا ان کا گھر خوبصورت تھا۔وہ وسیع کمرے میں جہازی سائز بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔بیڈ سائیڈ ٹیبلز پر مصنوعی کینڈلز جلائی گئی تھی۔موتیے کے چند پھول بیڈ کے بالکل عین سامنے رکھے سنگھار میز پر رکھے گئے تھے۔بھاری کریم کلر کے پردے کھڑکیوں پر پھیلائے گئے تھے اور اسے اس کمرے میں کوئی سجاوٹ نظر نہیں آ رہی تھی۔اتنا سادہ کمرہ؟

"خیال سے بات کرنا۔"

اسے بند دروازے کے باہر سے خالہ کی آواز آئی تھی۔وہ اپنی طرف سے سرگوشی میں بات کر رہی تھی مگر افاف کو صاف سنائی دے رہی تھی۔

"میں کونسا اسے کھا جاؤ گا؟"

"بس جو کہہ رہی ہوں اسے سمجھو۔پیار سے بات کرو گے تو ہی رشتہ بنے گا۔"

پھر خاموشی چھا گئی تھی۔

افاف نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آپس میں مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

دروازہ یک دم کھلا تھا اور افاف نے نظر اٹھا کر پہلی بار اپنے شوہر کو دیکھا تھا۔وہ بلیک تھری پیس سوٹ پہنے اور سر پر تھوڑے رہ جانے والے بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے اندر داخل ہوا تھا۔اس کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہیں تھی۔

اس کے چہرے کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے افاف کا دل بس سینہ توڑ رہا تھا۔

وہ کوٹ کے بٹن کھول کر کوٹ اتار کر بیڈ پر رکھ کر سنگھار میز کی طرف بڑھا تھا اور میز سے پشت لگا کر افاف کو دیکھنے لگا۔افاف کی نظریں جھک گئی تھی۔

(یہ کچھ بول کیوں نہیں رہا؟)اسے اب کوفت ہونے لگی تھی۔

"اچھی لگ رہی ہو۔"

افاف نے کب کا رکا سانس چھوڑا تھا۔

"کم عمر بھی ہو۔"

وہ سینے پر ہاتھ باندھے افاف کو دیکھ رہا تھا جو غیر آرام دہ لگ رہی تھی۔

"میں نے اسی لیے تمہیں چنا کہ چھوٹی عمر کی لڑکی کو ٹرین کرنا آسان ہوتا ہے۔اوپر سے تمہارے سر پر باپ بھائی بھی نہیں ہیں۔اماں کیا کر لیں گی تمہاری؟"

افاف نے پہلی دفعہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔وہ کیا باتیں کر رہا تھا؟

"میری پچھلی بیوی بہت اسٹرانگ بیک گراؤنڈ سے تھی۔ہماری لو میرج تھی۔ہم دونوں ہی تیس سال کے میچور لوگ تھے۔اسے لگتا تھا وہ اپنا کماتی ہے اس لیے وہ میری برابری کر سکتی ہے اور مجھے برابری والی خواتین پسند نہیں ہیں۔عورت کا درجہ مرد سے چھوٹا ہے۔اسے تابعدار رہنا چاہیے۔جب وہ ترکی بہ ترکی جواب دیتی ہے تو اسے تڑاخ ایک چپیڑ دینی چاہیے۔"

افاف کے گلے میں کچھ پھنسا تھا۔اسے کمرے میں حبس محسوس ہونے لگا تھا۔کیا جو اس کا دل کئی دنوں سے گھبرا رہا تھا وہ اسی لیے گھبرا رہا تھا کہ اسے ایسی وحشت ناک رات دیکھنی ہے؟

"اور پھر وہ بپھر گئی۔اپنے باپ بھائی کو بلوالیا۔دو بچوں کو لے کر وہ الگ ہو گئی۔"اس کے لہجے میں سابقہ بیوی کے لیے حقارت تھی۔

"اب وہ اکیلے رہ رہی ہے۔جب عورت مرد کے ساتھ نہیں رہتی تو اس کی کوئی ویلیو نہیں رہتی۔اپنے ہاتھوں سے اپنا گھر توڑ دیا چچ۔گھر جوڑنے کے لیے عورت کو ہی قربانی دینی پڑتی ہے۔"

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا؟شاید وہ اسے اپنی ترجیہات بتا رہا تھا مگر ساتھ اسے ڈرا بھی رہا تھا۔

وہ میز سے ٹیک ہٹا کر آگے بڑھا تھا اور افاف کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا۔افاف نا محسوس طریقے سے سمٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

بدر نے اس کے آگے ہتھیلی پھیلائی تھی جسے اس نے نا سمجھی سے دیکھا تھا۔

"پرس؟"اس نے ابرو کا اشارہ چمکتے دمکتے دلہنوں والے کلچ کی طرف کیا تھا۔

افاف نے آہستہ سے کلچ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔بدر نے کلچ کھول کر اس میں سے فون نکالا تھا اور کلچ اس کی طرف پھینکا تھا۔

افاف اپنی جگہ پر اچھلی تھی۔وہ یک دم ہی بدر سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"No mobile phone from today."

وہ فون تنبیہہ والے انداز میں ہلاتا آگے بڑھا تھا۔

"یہ فون جڑ ہے میاں بیوی کے رشتے کو خراب کرنے کی۔بیٹی ماں کو فون ملاتی ہے اور ماں اسے فضول کی پٹیاں پڑھاتی ہے۔"وہ فون پینٹس کی جیب میں رکھتا کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔

"نو جاب۔۔۔اس گھر میں ہر چیز مہیا ہو گی تمہیں۔جاب شاب ختم۔"

افاف اسے کہنا چاہتی تھی کہ شادی سے پہلے اس نے خود اسے جاب کرنے کی اجازت دی تھی اور اب اتنا بڑا پلٹا کھا لیا تھا اس نے۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی کہ یہ اس شخص کا کونسا روپ ہے۔وہ پوچھنا چاہتی تھی کیوں مگر آواز کہیں پھنس گئی تھی۔

"جاؤ چینج کرو۔اٹھو۔"وہ ابرو اٹھائے حکم صادر کرنے لگا۔

افاف مرے مرے قدموں کے ساتھ مہندی لگے پاؤں بیڈ سے نیچے اتارنے لگی۔آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی۔وہ برے خواب سے جاگ گئی تھی اور اس برے خواب کا اثر اب بہت دیر تک رہنے والا تھا۔

وہ ہیلز پہن کر آنکھیں جھپک جھپک کر پانی پیچھے دھکیل رہی تھی اور بمشکل واش روم کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پاس ورڈ؟"وہ کھڑکی کے پاس کھڑا اس کا فون پکڑے اس سے پاس ورڈ مانگ رہا تھا۔

افاف نے گلہ آمیز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"2280"وہ پھنسی پھنسی آواز میں فون کا پاس ورڈ بتا کر واش روم کا دروازہ کھول چکی تھی۔

واش روم کے دروازے کا بند ہونا تھا کہ آنکھوں کے آگے بند ھا بند ٹوٹ گیا تھا۔گال آنسوؤں سے تر ہونے لگا۔وہ سینے کے مقام پر دائیں ہاتھ کی مٹھی رکھے اپنی چیخوں کو ابلنے سے روک رہی تھی۔

(ہاں تو ہر لڑکی ہی خواب دیکھتی ہے اور میں نے کوشش کی تھی پر نہیں نکل سکتی۔میرے گھر میں بس یہی انٹرٹینمنٹ ہے کہ میں ناول پڑھوں اور پھر امیجن کروں کہ میرا شوہر بھی کبھی میرے بالوں کی، کبھی ہاتھوں کی تعریف کی۔مجھے اہمیت دے اور مجھے کھونے سے ڈرے۔)

کئی سال پہلے کالج گراؤنڈ میں کہے اپنے ہی جملے نے اسے بہت تکلیف دی تھی۔اس کی سسکی واش روم میں گونجی تھی تو اس نے ہونٹوں پر دایاں ہاتھ رکھا تھا۔دونوں ہاتھوں کی چوڑیاں کھنکی تھی اور وہ اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ واش روم کے آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

اس کو شوہر ویسا نہیں ملا تھا جیسا وہ چاہتی تھی اور اب بس یہی اس کا نصیب تھا۔

☆☆☆☆

جمعے کا دن نہایت بھاری ثابت ہوا تھا۔

شب جمعہ اسے ای میل آگئی تھی کہ اس نے انٹرن شپ مکمل کرلی ہے۔وہ ایک قابل انٹرنی تھا مگر وہ اسے افسوس کے ساتھ اطلاع دے رہے تھے کہ وہ اسے پرمننٹ پوزیشن نہیں دینگے۔

جمعے کے روز دل خود بہ خود ہی بوجھل تھا۔افاف کے نکاح کی اطلاع اسے مل چکی تھی۔دل میں کہیں اندھیرا سا پھیل گیا تھا۔وہ سفید ٹی شرٹ اور جینز پہنے لاؤنج کی طرف بڑھا تھا۔وہ چہرے کو حتیٰ الامکان بے تاثر رکھنے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔

"کہاں جارہے ہو؟"اماں نے گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر بسام پر جس کے بال رف سے ہورہے تھے۔شاید وہ تیل اب نہیں لگاتا تھا اسی لیے۔

بسام نے بھی گھڑی پر نگاہ ڈالی جس پر رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

"تھوڑی دیر کے لیے باہر جارہا ہوں۔"

وہ دھیمی آواز میں جواب دیتا فلیٹ کے مین دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

"انٹرن شپ کا کیا بنا؟جواب آیا پھر؟اسے اپنی پشت پر ماں کی آواز سنائی دی تھی۔

چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں ہوئے تھے۔

وہ جواب دیے بغیر ہی دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔

"نانی۔"

ناصرہ کو اپنے دائیں طرف نوال کی آواز سنائی دی۔

"ماموں ڈیپریسڈ ہیں۔"

ناصرہ چھری ہاتھ میں پکڑے فکر مندی سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جس سے کچھ لمحے قبل بسام نکلا تھا۔

اسلامک یونیورسٹی کے قریب ٹرین کی پٹری بنی ہوئی تھی۔ آس پاس نہایت خاموشی تھی۔ پولز کی روشنی میں گھاس اور سنسان پٹری نظر آرہی تھی۔ دن کے وقت یہاں گائے بکریاں گھاس چرتی نظر آتی تھیں یا کبھی مانگنے والے ادھر بیٹھ کر ستا لیتے تھے مگر رات کے وقت وہاں کوئی ذی روح نہ تھا۔

بسام بوجھل دل اور سست روی سے قدم اٹھاتا پٹری کے قریب پہنچ گیا تھا اور چند پل یونہی کھڑا رہا۔ اسے اپنی زندگی اس سے پہلے بدصورت اور بدرنگ کبھی نہیں لگی تھی۔ اسے لگتا تھا

Clubb of Quality Content

وہ بچپن سے ہی بڑا تھا اور بہت سی ذمہ داریوں نے اس کے کندھے جھکائے ہوئے تھے۔ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ پیسہ رہا تھا اور اب دل۔

اسے اپنے گال پر نمی محسوس ہوئی تھی جسے اس نے شہادت کی انگلی پر اٹھا لیا تھا۔

"کیوں اللہ؟ کیوں میرے لیے اتنے امتحان ہیں؟ کیا اس پوری دنیا میں بس میں ہی گناہ گار ہوں؟" وہ کالے آسمان کو دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں اپنی بھڑاس نکال رہا تھا۔

"پہلے یتیم خانے میں پیدا کیا اور پھر میں ایک فیملی کا حصہ بنا۔ پھر چھوٹا سا تھا جب ابو فوت ہو گئے پھر بہن جل کر مر گئی اور پھر بھائی۔ ہر جگہ دھکے کھاتا رہا اور We regret to inform you کے ای میلز پڑھتا رہا۔ میرے ساتھ کے لڑکے باہر چلے گئے ہیں۔ کوئی ملٹی نیشنل کمپنی میں لگ گیا ہے اور میں۔ میں زیرو پر کھڑا ہوں۔" اس نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی گولائی بناتے ہوئے صفر بنایا تھا۔

"جب اسے میرے نصیب میں نہیں رکھنا تھا تو میرے دل میں بھی اس کی جگہ کیوں پیدا کی؟" وہ دبا دبا سا چیخا تھا۔

دل میں جلن ہو رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"میں نے تو پورن دیکھنا بھی چھوڑ دیا ہے پھر؟ پھر کیا کروں میں کہ آپ میری بد قسمتی کو خوش قسمتی میں بدل دیں؟ میرے جیسے بد قسمت لوگوں کو کیوں پیدا کیا آپ نے؟" وہ پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

"مجھے ایسی زندگی ہی نہیں چاہیے جس میں تشنگی رہ جائے۔ میں نے کونسا دنیا کی بادشاہت مانگ لی تھی۔۔۔اللہ۔" اس کی آواز دکھ سے پھٹ گئی تھی۔

وہ گہرے گہرے سانس بھرتا پٹری پر لیٹ گیا تھا۔ پٹری ٹھنڈی لگ رہی تھی اور سخت بھی۔ وہ کتنی ہی دیر پٹری پر گیلی آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ دل میں عجیب سا خوف تھا۔ اپنی جان لینا کبھی بھی آسان نہیں ہوتا۔ زندگی بہت پیاری ہے اور موت خوفناک لگتی ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے امی اور نوال کا چہرہ گھوما تھا پر وہ دل مضبوط کیے لیٹا رہا۔ کسی پل پٹری میں زلزلہ سا آئے گا اور ٹرین زن سے اس کے اوپر سے گزر جائے گی اور وہ زندگی کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔ جب زندگی میں خوشی نہ ہو اور زندگی اپنی مرضی سے بھی نہ گزرے تو زندگی قید ہی لگتی ہے۔

Clubb of Quality Content

پٹڑی پر لیٹے لیٹے اس کی آنکھ لگ گئی تھی جب عجیب سی تالی سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔وہ تالی اتنی بڑی اور بیہودہ انداز میں بجائی گئی تھی کہ اس کے دماغ میں لہرے سی بن گئی تھی۔بسام نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا کہ یہ کون ہے جس نے تالی بجائی تھی۔

سامنے ہی پولز لائٹ اور اس کے درمیان رکاوٹ بنتی آتشی گلابی جوڑا پہنے، بال جوڑے میں باندھے، چہرے پر سفید لیپا پوتی اور سرخ سی لپ اسٹک لگائے ہیجڑا کھڑا تھا۔

"ماں مر گئی ہے تمہاری؟"

اس نے عجیب سا سوال پوچھا تھا۔بسام آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھتا رہا۔

"اٹھو۔یہ کونسی جگہ ہے سونے کی؟"وہ بھاری مردانہ آواز میں پوچھ رہی تھی۔اس کے بائیں کہنی سے پرس لٹکا ہوا تھا جو زرا خراب ہو چکا تھا۔

بسام اسے نظر انداز کرتا پھر سے آنکھیں موند چکا تھا۔اس آنکھوں میں رونے کی وجہ سے درد شروع ہو گیا تھا۔

"اٹھ۔"اس نے بسام کی ران پر لات ماری تھی۔

بسام نے آنکھیں کھول کر غضبناک نظر اس پر ڈالی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آئے ہائے اتنا غصہ۔" وہ تھوڑی پر شہادت کی انگلی رکھتے ہوئے مصنوعی حیرانی دکھانے لگی۔

"کیوں تنگ کر رہی ہو؟" بسام پٹری کے بیچ اگی گھاس پر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں رکھتا ان پر زور ڈالتا بیٹھ گیا تھا۔

اس کی کمر اور کندھوں میں شدید ٹیسیں اٹھی تھی۔اس کا جسم اکڑ گیا تھا۔

ہیجڑا اس کے قریب ہی گھاس پر بیٹھ گیا تھا اور بسام ریل ٹریک پر بیٹھ کر اپنے دونوں بازو گول گول گھما کر کندھے کی ورزش کرنے لگا۔

ہیجڑا اپنے پرس کے زپ کو کھولے اس میں سے شاپر نکال کر اب شاپر کھول کر خاکی لفافے میں لپٹے انڈے والے برگر کو نکال رہی تھی جو کہ سوگی ہو چکا تھا۔

"کھانا ہے؟" اس نے برگر بسام کی طرف بڑھایا تھا۔

بسام نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ ہیجڑے نے کندھے اچکا کر برگر کا لقمہ لیا تھا۔

"کوئی لڑکی پسند ہے؟"

اس کے غیر متوقع سوال پر بسام چونکا تھا اور پھر سنبھل گیا تھا۔

وہ دائیں کندھے کو بائیں ہاتھ سے دباتا سامنے سڑک کو دیکھنے لگا جہاں سے ٹرک گزر رہا تھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"کیوں پرسنل ہو رہی ہو؟"

"میں نے بہت سے جوانوں کو لڑکیوں کے چکر میں خودکشی کرتے دیکھا ہے۔ تمہارے ماں باپ فوت ہو گئے ہیں؟" اس نے لقمہ چباتے ہوئے گردن گھما کر بسام کو دیکھا تھا۔

"زندہ ہیں۔" بسام کا لہجہ ایسے تھا جیسے وہ ناراض ہو۔ وہ نظریں پھیر کر دائیں طرف اندھیرے کو دیکھنے لگا۔

"ان پر رحم نہیں آیا؟" وہ تھوڑا اور اس کی طرف گھومی تھی۔

"میں کسی لڑکی کے چکر میں نہیں ہوں۔" اس نے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ارد گرد کیڑے مکوڑوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"پھر؟"

"مجھے جاب نہیں ملی۔" اس نے خودکشی کرنے کی دو وجوہات میں سے ایک بتائی تھی۔ وہ کیوں اسے بتاتا کہ وہ دو وجوہات کی وجہ سے خودکشی کر رہا تھا۔

"لو۔" ہیجڑے نے استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے برگر کا لقمہ لیا تھا۔

"کیا؟ تم مذاق اڑا رہی ہو؟" بسام کو اس کا انداز پسند نہیں آیا تھا۔

وہ اس کے جوڑے میں بندھے بال دیکھنے لگا جس میں سوکھے موتی لگے ہوئے تھے۔

"میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ مجھ سے تو بہتر ہو تم کم از کم اپنا کما سکتے ہو۔ میری طرح کسی کے آ گے ہاتھ تو پھیلانا نہیں پڑے گا اور تم دل چھوٹا کر کے زندگی ختم کر رہے تھے۔" اس نے بر گر کے لقمے سے بھرے منہ کے ساتھ ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"جو مرد کما کر گھر نہیں لا سکتا اسے اپنا آپ بیکار لگتا ہے۔ مرد کی ذمہ داری گھر کے لوگوں کی ضروریات پوری کرنا اور آرام پہنچانا ہے جبکہ میں کب سے اس نوکری کے چکر میں خوار ہوں ۔ مجھ سے کم سی جی پی ایز کے لوگوں کو جابز ملی ہوئی ہیں، باہر چلے گئے ہیں اور میں بس ریجیک شن پر ریجیکشن دیکھ رہا ہوں۔ پاکستان میں کوئی تعلیم نہیں دیکھتا، بس سفارش یا قسمت ہو اور میرے پاس دونوں ہی نہیں

ہیں۔" وہ تلخ ہو رہا تھا۔

وہ بائیں پاؤں کو بٹھا چکا تھا اور گھاس کا تنکا ہاتھ میں پکڑے اسے توڑنے لگا۔ اس کے چہرے پر حد درجہ مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔

Clubb of Quality Content

"میرے باپ نے ہمارے لیے کوئی جائیدادیں نہیں چھوڑیں۔علاج مشکل۔"وہ اب انگلیوں کی پوروں پر اپنے مسائل گنوانے لگا"پڑھائی مشکل، کھانا مشکل، پہننا مشکل۔کوئی چیز آسان ہے؟پاکستان میں کوئی چیز سستی ہے؟بس خودکشی سستی ہے۔"

"گھر میں کون کون ہے؟"اس نے برگر کا آخری لقمہ لیا تھا۔

"ماں اور بھانجی۔"

"ان کو بھی ماردو۔"

بسام نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا جس نے بڑی بے رحمی سے اسے ان دو خواتین کو مارنے کا مشورہ دیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"فضول باتیں مت کرو۔"بسام نے درشت لہجے میں اسے جھڑکا تھا۔

"تم نے خود ہی کہا گھر کی ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔جب تم نہیں ہو گے تو ان دو خواتین کا کیا ہو گا؟اگر تمہارے باپ نے تمہارے لیے جائیدادیں نہیں چھوڑی تو ان کے لیے چھوڑی ہیں؟"

بسام لاجواب ہو کر اسے دیکھنے لگا جو شاپر ایک طرف زمین پر رکھ چکی تھی۔

"مجھے دیکھو روزانہ صبح اٹھ کر کوئی شوخ ساجوڑا پہنتی ہوں، میک اپ کرتی ہوں اور گلیوں میں نکل کر تالی پیٹ پیٹ کر پیسے مانگتی ہوں۔ فضول مردوں کی اوچھی باتیں سنتی ہوں۔ سارا دن بھوکا گزارتی ہوں اور کبھی برگر اور کبھی نان کباب لے کر اسی طرح کسی جگہ بیٹھ کر کھاتی ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ میں کل کا نہیں سوچتی کہ کھانے کو کچھ ملے گا یا نہیں یا پیسے ملے گے یا نہیں۔"

بسام اس کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا جس کے گرد لکیریں پڑی ہوئی تھی۔ وہ سامنے سڑک کو دیکھ رہی تھی جس پر پولز لائٹ پڑ رہی تھی۔

"تمہیں تو اللہ نے پھر ایک جنس دیا ہے۔ تمہیں میری طرح کسی ہتک سے نہیں گزرنا پڑتا۔ تالیاں پیٹ پیٹ کر سردی ہو یا گرمی، گلی میں نکل کر کسی سے پیسے نہیں مانگنے پڑتے۔ پڑھے لکھے ہو، آج نہیں تو کل کمانے لگو گے۔ جوان ہو کوئی کام سیکھ لو تو اس سے کمانے لگو گے۔ مجھے تو تالی پیٹنے کے علاوہ کچھ آتا ہی نہیں۔ پھر تم کیوں غمگیں ہو؟"

وہ کہنی بائیں ران پر رکھے، تھوڑی ہاتھ پر رکھے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پڑھے لکھے لوگوں کے لیے بھی جابز آسان نہیں ہیں۔" اس کا لہجہ خود بہ خود ہی دھیما ہو گیا تھا۔ اسے اچھا لگ رہا تھا کہ کوئی اسے سن رہا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں تنگ آ چکا ہوں لوگوں سے یہ سن سن کر جاب کب کرو گے؟ جاب لگ گئی؟ تم تو انجنیئر ہو اور تمہیں اب تک جاب نہیں ملی؟ وہ تم سے چھوٹا ہے اور دوران تعلیم ہی اسے نوکری مل گئی تمہیں نہیں ملی؟ یہ جو لوگ ہیں نا یہ آپ کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یہ اپنے الفاظ پر غور نہیں کرتے۔ یہ بس کہہ دیتے ہیں، دوسرے کا دل چیر دیتے ہیں اور پھر دوسرا انسان انہی کے الفاظ کو سوچنے لگ جاتا ہے اور اپنا دل دکھاتا رہتا ہے۔ اگر کسی کو فوراً سے جاب مل گئی اور کوئی میری طرح دھکے کھا رہا ہو تو ان دنوں کا مقابلہ کرنا چاہیے؟"

"تم بہت دولتمند بنو گے۔"

اس کے غیر متوقع بات پر بسام اسے چند لمحے دیکھتا رہا کہ وہ کہیں اس کا مذاق تو نہیں اڑا رہی؟ مگر وہ اسپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھتی رہی اور وہ سنجیدہ لگ رہی تھی۔

بسام استہزائیہ ہنس دیا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔

ہیجڑا اسے دیکھتی رہی۔ وہ اس کے گالوں میں پڑنے والے گہرے گڑھوں کو دیکھتی رہی۔

بسام شہادت کی انگلیوں سے آنکھوں کے کونوں سے پانی چننے لگا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"چنبیلی۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

بسام نے چند لمحے اسے دیکھا اور پھر زرا سا آگے جھکا۔

"چنبیلی میرے پاس بہت ہی کم پیسے ہیں۔ میری بائیک خراب رہتی ہے اور انٹرن شپ سے جو پیسے ملتے رہے وہ میں بائیک پر ہی لگاتا رہا۔ مجھے اب جاب ملی بھی تو بہت کم پیسوں کی ہو گی میں جانتا ہوں میری قسمت بہت خراب ہے پیسوں کے معاملے میں اور تم کہہ رہی ہو میں دولتمند بنو گا۔" اس نے استہزایہ سر جھٹکا تھا اور گھاس کا تنکا اٹھایا تھا۔

"یہ تم نے امید کی بات کی کہ تمہیں اب 'جو جاب ملے گی'۔ یہ ایک امید افزا جملہ تھا۔" اس نے سر دھنتے ہوئے پاؤں پھیلائے تھے۔

بسام اپنے ہی جملے پر حیران ہوا تھا کہ اس نے بے دھیانی میں ایسا کہا تھا۔

"امیر ہو گے تم۔ مجھے بھولنا مت۔" وہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں گھاس پر رکھ کر ان کے زور پر بیٹھ گئی تھی۔

"اچھا کیا لے کر دو تمہیں جب میں امیر ہو جاؤ گا؟" بسام جانتا تھا کہ یہ جھوٹ ہے مگر وہ بھی اب چنبیلی کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کو انجوائے کر رہا تھا۔

"نیل پالش۔ مجھے فیروزی اور گلابی رنگ کی نیل پالش اور ایک نیا بیگ دلانا۔" اس نے بہت لاڈ سے فرمائش کی تھی۔

بسام ہنس دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب مذاق ہے۔ نہ اس کے پاس کبھی اتنی دولت ہو گی کہ وہ من پسند زندگی گزار سکے نہ تب تک وہ اس ہیجڑے کے ساتھ رابطے میں رہے گا۔

"نمبر دو اپنا۔" اس نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر فون نکالا تھا جس کی اسکرین پر بہت سے جالے بنے ہوئے تھے۔

بسام گہرا سانس بھرتا اسے اپنا نمبر بتانے لگا۔

"پکا لڑکی کا چکر نہیں ہے؟" فون بند کر کے اس نے پھر سوال پوچھا تھا۔

"نہیں۔" بسام اٹل لہجے میں کہتا اٹھا تھا۔

اس کی پشت کی طرف سفید شرٹ پر پٹری پر لگی دھول چپک گئی تھی۔

"تمہاری بیوی بڑی خوش قسمت ہو گی۔" چنبیلی نے اٹھتے ہوئے پرس کندھے پر لٹکایا تھا۔

"اتنی پیش گوئیاں ایک ہی دن میں؟" بسام نے آگے بڑھتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا "ساری پیش گوئیاں ایک ہی دن میں بتا دو۔ میں دولتمند کب ہونگا؟ میں گاڑی کب لوگا اور کب مروگا؟"

وہ دونوں قدم سے قدم ملائے دور جا رہے تھے اور گہری ہوتی رات میں ان دونوں کی آوازیں اب دور سے آتی معلوم ہو رہی تھیں۔

☆☆☆☆

صبح کی روشنی پردے کی جھالروں سے اندر جھانک رہی تھیں۔اتنی بوجھل صبح اس نے زندگی میں نہیں دیکھی تھی۔

اماں صبح گیارہ بجے تک ابو جی کی کزن کے ساتھ ناشتہ لے کر آچکی تھی۔بدر کی خالہ اپنی بہو کے ساتھ ادھر ہی ٹھری ہوئی تھی۔

وہ چاروں لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے اور اوپر پیغام پہنچا چکے تھے کہ لڑکی کی ماں آچکی ہے۔

افاف گیلے بالوں کے ساتھ سنگھار میز کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔پہلے دن کی دلہن پر کوئی روپ نہیں چڑھا تھا۔آنکھیں بھی سوجھی ہوئی لگ رہی تھی جیسے نیند پوری نہ ہوئی ہو مگر اس کو نیند آئی کہاں تھی۔وہ تو کل رات بھیانک فیوچر کے بارے میں سوچ سوچ کر ساری رات چھپ چھپ کر روتی رہی تھی۔بھاری ہوتے دل کے ساتھ ٹی پنک سلک کی شرٹ کے ساتھ ہلکی بالیاں اور گلابی لپ اسٹک لگا کر وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔

وہ شفعون کے کام والے ڈوپٹے کو سنبھالتے ہوئے سیڑھیاں اتر کر ڈرائنگ روم میں آچکی تھی۔ماں کو دیکھتے ہوئے اس کا گلہ بھرنے لگا۔ماں کو دیکھ کر راحت ملی تھی کہ اس دنیا میں

کوئی تو اس کا ہے پھر کچھ دنوں بعد اماں آجائیں گی اور سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ ماں کے سینے سے لپٹی یک گونہ سکون محسوس کر رہی تھی۔

بدر کا بہت انتظار کیا گیا مگر وہ کمرے سے نہیں نکلا۔ اماں ناشتہ کر کے جا بھی چکی تھی۔ خالہ کی کچھ دنوں بعد فلائیٹ تھی سو وہ پیکنگ کی وجہ سے اپنے گھر جا چکی تھی۔

مغرب کا ملگجا سا چھاتا اندھیرا کھڑکیوں سے نظر آرہا تھا۔

بدر ٹریک سوٹ پہنے کچن میں کھڑا جو سر میں گاجر ڈال رہا تھا۔

"آپ نیچے کیوں نہیں آئے؟" افاف کچن کے دروازے سے ٹیک لگائے بدر کی پشت دیکھ رہی تھی۔

"آتو گیا ہوں۔" بدر نے گردن موڑ کر بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

"میں صبح کی بات کر رہی ہوں جب اماں آئی تھیں۔"

"دل نہیں کر رہا تھا۔" کہتے ہی اس نے بٹن دبا دیا اور سفید ٹائلز میں ڈوبے کچن میں جو سر کا شور مچنے لگا۔

افاف گہرا سانس بھرتی کچن میں لگی کھڑکیوں سے باہر پھیلتے مغرب کو دیکھنے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے بال کھلے چھوڑ رکھے تھے جو اس کے کندھے پر ارد گرد پھیلے ہوئے تھے۔وہ نہایت مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔

جو سر بند کر دیا گیا تھا اور جو سر کا ڈھکن کھول کر اس نے ریک سے شیشے کا گلاس نکال کر اس میں گاجر کا جوس ڈالا تھا۔

"اور ہاں ایک اور بات۔"اس نے جو سر سنک میں رکھا تھا"کل سے کام والی نہیں آئے گی۔ہم دو ہی تو لوگ ہیں تم سارے گھر کا کام کر سکتی ہو سو مجھے کام والی رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔"اس نے سرخ رس والا گلاس اٹھایا تھا اور مڑا تھا۔

"دوسری بات بال باندھا کرو۔مجھے کھلے بالوں سے الجھن ہوتی ہے،نہیں سنبھلتے تو کاٹ ڈالو۔اسپیشلی کھانا پکاتے ہوئے انہیں کور رکھنا۔مجھے نفرت ہے سالن کی پلیٹ میں گرے خواتین کے بالوں سے۔"وہ جوس کے گلاس سے گھونٹ بھرتے ہوئے کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر افاف کے مرجھائے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"تیسری اور آخری بات۔"اس نے جوس کا ایک اور گھونٹ بھرا تھا"تمہاری اماں یہاں نہیں رہے گی۔"

"کیوں؟"افاف ٹیک چھوڑ کر سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم سے کل فون کیوں لیا تھا بھول گئی؟"اس کے چہرے کے تاثرات ایک جیسے رہتے تھے"مائیں بیٹیوں کے کان بھرتی ہیں۔اگر گھر بسانا ہے تو ماں کو بھولنا ہوگا۔"

"آپ نے کہا تھا آپ کو اماں سے مسئلہ نہیں ہے؟"افاف پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا؟"اس نے سینے پر شہادت کی انگلی رکھی تھی"اور اب میں کہہ رہا ہوں کہ وہ یہاں نہیں رہے گی۔"

"وہ اکیلے کیسے رہے گی؟انہیں میری ضرورت ہے،وہ میرے بغیر کیسے رہے گی؟"افاف اسے اپنے قریب سے گزرتے ہوئے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

اس شخص کے کتنے رنگ تھے جو اس نے دیکھنے تھے؟

"وہ چھ مہینے کی بچی نہیں ہیں؟بزرگ خاتون ہیں اور ہمارے معاشرے میں بیٹیاں بیاہ کر جہیز میں استعمال کا سامان لے کر جاتی ہیں ناکہ ماں جہیز میں لے کر آتی ہیں۔"

"آپ۔۔۔"

"بس۔"بدر نے درشت لہجے میں کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑیں تھیں۔

Clubb of Quality Content

"مجھے اپنے آگے جواب دینے والی خواتین نہیں پسند۔" وہ ذرا سا آگے بڑھتے ہوئے اس پر جھکا تھا۔

افاف کچن کے دروازے سے سر کی پشت لگائے اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے بدر کی موجودگی سے وحشت ہوتی تھی، وہ اس کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتی تھی اور تکلیف دہ بات یہ تھی کہ اسے بدر کو ساری زندگی برداشت کرنا پڑے گا۔

بدر گہرا سانس بھرتا جوس کا گھونٹ بھرتا پیچھے ہٹا تھا۔

اس کے کچن سے نکلتے ہی افاف سینے پر ہاتھ رکھے دل کی بے ترتیب دھڑکن کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آنکھیں پھر سے پانی سے بھرنے لگی تھی۔ کاش وہ حسین زندگی کے خواب نہ دیکھتی تو شاید ایسے سخت مزاج شوہر کو قبول کر لیتی۔

☆☆☆☆

وہ ہمیشہ کھڑکیوں سے پردے ہٹا کر رکھتا تھا، اسے کمرے میں اندھیرا پسند نہیں تھا پر آج پہلی بار امی نے اس کی کھڑکی پر پڑے پردوں کو حیرت سے دیکھا تھا۔

امی بہت دیر تک لاؤنج میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتی رہی اور پھر ان کی آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ آج تو فجر کی نماز بھی قضا ہو گئی تھی۔ ان کی گردن صوفے

کی پشت پر ایک ہی سائیڈ پر رکھے رکھے اکڑ گئی تھی۔وہ گردن کو دائیں جانب دباتے ہوئے اٹھی تھی اور بسام کے کمرے کی طرف گئی تھی۔اسے کمرے میں سوتا دیکھ کر انہیں سکون ملا تھا مگر وہی اس کا دیر سے گھر آنا تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔

ناصرہ نے آگے بڑھ کر کھڑکی سے پردے ہٹا کر ایک طرف کیے تھے تو کمرہ روشنی میں نہا گیا تھا۔

بسام کھیس اپنے اوپر ایسے ڈالتا تھا کہ اس کے پاؤں چادر سے باہر ہی رہتے تھے۔ناصرہ اس کے پاؤں کے تالو گدگدانے لگی۔بسام نے پاؤں کھینچ کر نیم وا آنکھوں سے ماں کو دیکھا تھا اور پھر دائیں کروٹ لے کر اس نے پھر آنکھیں موندلی تھی۔

"کس وجہ سے پریشان ہو؟"ناصرہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر اس کے ہونٹ کے قریب بنے تل کو دیکھنے لگی۔

بسام بدستور آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔

"افاف کے نکاح کی وجہ سے یا جاب کی وجہ سے؟"

"مجھے کیا پڑی ہے افاف کے نکاح سے؟"بسام نیند میں ڈوبی آواز میں جواب دے رہا تھا۔

"تم تین یا چار سال کے تھے جب اس گھر میں آئے تھے۔میں نے پالا ہے تمہیں۔ماں سے بچہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔"ناصرہ نے اس کے بازو پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟"بسام نے دائیں رخ تلے بازو رکھا تھا اور آنکھیں کھول کر ماں کو دیکھنے لگا۔

"افاف تم سے عمر میں بڑی ہے۔"ناصرہ نے بالآخر وہ بات کہنی شروع کی جو وہ کب سے اس سے کہنا چاہ رہی تھی۔

"اور پھر تم اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو۔تم جو سوچ رہے تھے وہ نہیں ہو سکتا تھا۔"

بسام کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی۔وہ بھول جانا چاہتا تھا کہ ایک دن پہلے کیا ہوا تھا پر دل بھولنے کہاں دے رہا تھا۔وہ خاموشی سے ماں کو دیکھتا رہا اور ماں اپنے بیٹے کے نقوش کو۔

"پرمننٹ جاب نہیں مل سکی۔پھر سے ہمیشہ کی طرح انکار ہوا ہے۔"اس کی آواز میں دکھ تھا۔

"ابھی ایسا وقت بھی نہیں آیا ہم پر کہ تم کما کر نہ لاؤ تو ہم بھوکے مر جائے گے۔"

ناصرہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

"اللہ کہتے ہیں کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ تمہیں جاب نہیں ملی ٹیوشنز تو ہیں نا۔ جب تک کوئی اچھی جاب نہیں ملتی تمہارا جیب خرچ تو نکلتا ہے۔ تمہارا کام اپلائی کرتے رہنا ہے اور میں دعا کرتی رہونگی باقی ہم دونوں اللہ کے کن کا انتظار کرتے رہینگے۔" ناصرہ آخر میں مسکرا دی تھی۔

ماں کی مسکراہٹ دیکھ کر اسے یک گونہ سکون ملا تھا۔ وہ ماں کا ہاتھ بالوں سے ہٹا کر دونوں ہتھیلیوں میں تھامتا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"امی میں کوشش کرونگا کہ میں مایوس نہ ہوں اور آپ نے مجھے مایوس ہونے نہیں دینا۔" وہ ماں سے زیادہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے پاس دوبارہ سے جاب ہنٹنگ کے علاوہ آپشن ہی کیا تھا؟

☆☆☆☆

لیڈز کا موسم قدرے خنک اور ٹھنڈا سا تھا۔ صبح ایسی ہوتی تھی جیسے ابھی ابھی بارش ہوئی ہو۔ سڑکیں اتنی شفاف اور چمکدار لگتی تھی کہ جیسے ہر گھنٹے بعد سڑک کی صفائی کی جا رہی ہو۔ جب سے وہ لیڈز آیا ہوا تھا بے چین سا تھا۔ اسے کچھ بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ مختار کو اسے پشاور ائیر پورٹ چھوڑ کر اس کے آنے کے ایک دو دن بعد آنا تھا مگر ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور وہ

نہیں آیا تھا۔ پاکستان میں اس کی بات چیت ڈیڈی سے اور چند ایک اعتماد کے لوگوں سے ہوئی تھی مگر وہ سب وہی بتا رہے تھے جو ڈیڈی کہتے تھے۔ ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ کچھ دے دلا کر معاملہ حل کر رہے ہیں۔ اس کا نام ای سی ایل میں نہیں آئے گا اور وہ کچھ مہینے بعد واپس آ سکے گا۔ البتہ مختار کا فون نہ اٹھانا اور یک دم غائب ہو جانا اسے کھٹک رہا تھا۔

اس نے عالیہ سے بھی بات کی تھی۔ عالیہ کی آواز بجھی بجھی سی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

وہ زندگی میں اتنا بور نہیں ہوا تھا جتنا اس ہفتے ہولیڈز میں ہوا تھا۔

وہ بار میں بارٹینڈر کے قریب بنے شیلف کے دوسری طرف رکھی اونچی کرسی پر بیٹھا لیمونیڈ پی رہا تھا۔ اس کی انگلی کانٹیکٹ لسٹ میں بار بار افاف کے نمبر پر جاتی تھی۔ افاف نے اس کا پاکستان والا نمبر بلاک کیا ہوا تھا۔ شاید نیوز کے ذریعے اسے بھی پتا چلا ہو کہ اسکے بھائی کے قتل میں وہ شامل تھا۔ پر اس نے گوگل پر تمام پاکستانی اخبار اور یوٹیوب پر نیوز چینلز کنگھال لیے تھے اور کہیں پر بھی شہباز کیس میں نئی پیش رفت نظر نہیں آئی تھی۔ شاید ڈیڈی نے کیس دبالیا ہو اور اسے خبر بھی نہ ہو سکی ہو۔

پر اس کا نمبر بلاک کرنے کی تک سمجھ نہیں آتی تھی۔

اس نے کالے بال لئیرز میں پھولے پھولے سے کھول رکھے تھے۔ بلیک لیدر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی جو کہیں کہیں سے شریڈیڈ تھی، وہ خوبصورت دکھ رہا تھا۔

بار میں لائٹ سا میوزک لگا ہوا تھا اور اس کی پشت پر میز کے گرد بیٹھے لوگ دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔

اس نے انگلینڈ والے نمبر سے افاف کو فون ملا کر موبائل کان سے لگایا تھا۔

وہ شیشے کی گلاس کے کنارے پر لگے کٹے لیمن سلائس کو دیکھتے ہوئے دوسری طرف جاتی گھنٹی کو سن رہا تھا۔ تین چار بیلز کے بعد فون اٹھالیا گیا تھا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے مردانہ آواز سن کر ضیغم نے کان سے موبائل ہٹا کر اسکرین کو دیکھا تھا کہ یہ افاف کا ہی نمبر ہے نا؟ تسلی کر کے اس نے دوبارہ فون کان سے لگایا تھا۔

"آپ کون؟" ضیغم نے ابرو اکٹھے کرتے ہوئے سوال پوچھا تھا۔

"یہ سوال مجھے آپ سے کرنا چاہیے۔"

ضیغم نے سر اٹھا کر بارٹینڈر کو دیکھا تھا جو مہارت سے شیشے کے چھوٹے جگ کو ہلا ہلا کر دو مشروبات مکس کر رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں افاف کا دوست ہوں۔" ضیغم نے ترنت جواب دیا تھا "آپ کے پاس افاف کا فون کیا کر رہا ہے؟"

"اس کا فون اس کے شوہر کے پاس ہے، سمجھے؟ آئندہ فون مت کرنا۔ دوست ہوں۔" وہ آخر میں اس کی نقل کرتا درشت لہجے میں جواب دیتا فون کاٹ گیا تھا۔

ضیغم فون کان سے لگائے گنگ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے خود کو زندگی میں اتنا بے بس کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

غصے کی ایک تیز لہر اس کے جسم میں دوڑنے لگی تھی۔ موبائل کے گرد اس کی گرفت سخت ہونے لگی۔

کیسے ہو گیا اس کا نکاح؟ اس نے تو اپنی شادی کا کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ تو کیا اس نے ضیغم کو استعمال کیا تھا؟

وہ ہونٹ بھینچے موبائل اپنی جینز کی جیب میں ٹھونستا کرسی سے اترا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا بار سے نکلا تھا۔

☆☆☆☆

آئی الیون والے گھر کی تو راتیں اور دن اب ایک جیسی لگتی تھی۔

بے رنگ۔

محلے کی خواتین دلجوئی کرنے آجاتی تھی توان کا دھیان بٹ جاتا تھا ورنہ وہ سارا دن ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سوچتی رہتی تھی۔پریشان رہتی تھی۔

محلے کی خواتین افسوس کرتی تھی کہ انہیں داماد اچھا نہیں ملا تھا۔

اماں انتظار کرتی رہیں کہ افاف اسے لینے آئے گی پر ایسا نہیں ہوا تھا۔جب اماں اس کے گھر گئی تب بھی ان کا داماد نیچے نہیں اترا تھا۔

اور چند دن کے انتظار کے بعد جب اماں نے افاف کو فون کیا تو فون بدر نے اٹھایا تھا۔اس کا لہجہ نہایت خشک تھا۔اماں کچھ دیر تو ادھر کی ادھر کی باتیں کرتی رہیں پھر بالآخر کہہ دیا کہ فون افاف کو دے دیں تو اس نے صاف انکار کر دیا۔

"آنٹی مجھے بیٹیوں کی ماؤں کا یوں ہر وقت فون کرنا یا بیٹیوں کے گھر بیٹھے رہنا پسند نہیں ہے۔آپ بزرگ خاتون ہیں اور اپنا خیال رکھ سکتی ہیں۔کوشش کرے آپ یہاں مت آئیں۔افاف کا فون بھی میرے پاس رہا کریگا۔آپ اپنے لیے کوئی اولڈ ہوم دیکھ لیں اور اگر معلوم نہیں ہے تو میں آپ کے لیے دیکھ لو نگا۔اچھا خدا حافظ۔"

فون کھٹاک سے بند کر دیا گیا تھا اور اماں زار و قطار رو رہی تھی۔دل پھٹ گیا تھا۔وہ بالکل اکیلی ہو گئی تھی۔

گھر میں اب دل نہیں لگتا تھا۔

انہیں پشیمانی ہونے لگی تھی کہ کیوں افاف کو معاشرے سے ڈرا ڈرا کر ہاں کروائی تھی؟ کیوں جھوٹا خواب گڑ کر سنایا کہ وہ بھی مر جائے گی اور افاف اکیلی رہ جائے گی۔ نجانے وہ افاف کے ساتھ کیسا ہو گا؟

اماں نے محلے کی ایک عورت سے دل کا حال شئیر کر لیا تھا اور انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ افاف کی خیر خبر اسے لا کر دے گی۔

اگر بدر افاف کو خوش رکھ رہا ہے تو وہ پر سکون ہو جائے گی مگر ان کا دل مطمئن نہیں تھا۔

☆☆☆☆

کچن کی کھڑکیوں سے دھوپ سیدھی اندر آ رہی تھی۔

افاف بالوں کا جوڑا بنائے، سادہ ہلکی کڑھائی والا لان کا سوٹ پہنے کچن میں رکھی میز کے گرد کرسی رکھ کر بیٹھی مٹر چھیل رہی تھی۔اسے ہمہ وقت اماں یاد آ رہی تھی نجانے اماں ابھی کیسی ہو نگی؟ پتا نہیں وہ اماں سے مل بھی سکے گی یا نہیں؟ گھر میں کوئی لینڈ لائن بھی نہیں لگی

ہوئی تھی۔ بدر جاتے ہوئے گھر کو تالا لگاتا تھا اور اس پر سختی تھی کہ وہ اس کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکالے گی نہ ہی محلے میں کسی کے ساتھ زیادہ بات چیت رکھے گی۔

وہ اکثر چائے کا کپ پکڑے چھت پر چلی جاتی تھی اور کبھی آسمان پر چڑیوں کو یاسیت سے اڑتا دیکھتی کبھی آس پاس کے گھروں کو۔ اس کی چھت کے ساتھ جڑی چھت پر اکثر پیاری سی لڑکی چھت پر کپڑے ٹانگنے آتی تھی۔ وہ افاف کو دیکھ ک مسکرا دیتی تھی اور افاف جواباً مسکرا بھی نہ پاتی تھی۔ اور ایک دن اس لڑکی نے افاف کو سلام کر لیا تھا۔ پھر وہ افاف کا حال چال پوچھنے لگی اور پھر دونوں میں ہلکی پھلکی بات چیت ہونے لگی مگر افاف نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس گھر میں قید تھی۔

وہ مٹر چھیل کر اٹھی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔ بدر کی آمد پر وہ خود کو زندان میں قید محسوس کرتی، عجیب کوفت کا شکار رہتی تھی اور اس کے گھر سے نکلتے ہی وہ سکھ کا سانس لیتی تھی۔ وہ مٹر کا باؤل پکڑ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھی تھی کہ اس کے بالوں کو پیچھے سے زور سے مٹھی میں جکڑ کر بدر نے جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ اس کے ہاتھ سے مٹر کا باؤل پھسل کر نیچے گرا تھا اور مٹر کے سارے دانے ماربل کے فرش پر پھیل گئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ضیغم کون ہے؟"وہ غراتے ہوئے افاف کے بالوں کو مٹھی میں جکڑے ہوئے تھا۔

افاف اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے درد سے کراہ رہی تھی۔

"بتاؤ، خبیث عورت۔"اس نے زور سے جھٹکا دیا تھا۔

افاف کو لگا تھا جیسے اس کے آدھے بال بدر کے ہاتھ میں آچکے ہونگے۔اس کی آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی جمع ہونے لگا۔

"م۔۔مم مجھے نہیں پتا۔"افاف خوف سے منمنائی تھی۔

اسے ضیغم کا کیسے پتا لگا؟

"تمہارے یار نے مجھے فون کیا تھا۔"بدر نے بائیں ہاتھ سے اس جبڑوں کو دونوں طرف سے پکڑ لیا تھا"یہ کردار ہے تمہارا؟"

افاف کے آنسو کنپٹیوں پر پھسلنے لگے۔

"اسی لیے تم سے فون لیا اور اس گھر میں قید کیا ہے کہ تم نے اپنے پیچھے نجانے کتنے یار لگائے ہونگے۔باپ بھائی تو سر پر تھا نہیں۔میں بھی سوچ رہا تھا کہ مجھ میں کیا نظر آیا؟پیسہ۔۔۔پیسہ نظر آیا۔مجھ سے شادی کر کے تم stability چاہتی تھی اور ضیغم جیسے لڑکے تم نے

دوست بنائے ہوئے ہیں۔"اس نے افاف کے جبڑے پر کچھ اور زور ڈالا تھا اور جھٹکے سے اس کے بال چھوڑے تھے۔

افاف نے دھندلی ہوتی بصارت کے ساتھ اس کے ہاتھ کو دیکھا تھا جس میں بہت سے بال اس کی انگلیوں سے لپٹ گئے تھے۔ بدر بال ہاتھوں سے ہٹاتا اسے سرخ نظروں سے دیکھنے لگا اور یک دم زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر رسید کیا تھا۔ تھپڑ اتنا سخت تھا کہ افاف بیلنس نہ رکھ پائی اور مٹر کے دانوں پر پاؤں پھسل گیا تھا۔ وہ دھڑام سے کمر کے بل فرش پر گری تھی اور ریڑھ کی ہڈی میں سخت ٹیس سی اٹھی تھی۔

"آج صرف تھپڑ مارا ہے تاکہ تمہیں سبق مل سکے۔ آئندہ میں نے تمہارے کسی دوست کا فون ریسیو کیا تو اس سے برا حال ہو گا۔ باہر پورچ میں سی سی ٹی وی لگا ہوا ہے، کوئی تم سے ملنے آیا تو مجھے پتا لگ جائے گا اور وہ تمہارے لیے نہایت برا دن ہو گا۔"

وہ بکتا جھکتا کچن سے باہر نکلا تھا۔

افاف بائیں کہنی پر زور ڈالے دائیں ہاتھ کو کمر پر رکھے چیخوں کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، بدر کے کچن سے نکلتے ہی وہ دبی دبی آواز میں رونے لگی تھی۔ کتنی نفرت تھی اسے اونچی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آواز میں بات کرنے والے اور چیخنے والے مردوں سے۔ابو جی جب اماں پر چیختے تھے تو وہ اللہ سے دعا کرتی تھی کہ اللہ، اسے ابو جی جیسا شوہر نہ ملے مگر اسے تو بدتر شوہر ملا تھا۔

وہ کہنی پر زور ڈالتے ہوئے سیدھا بیٹھ گئی تھی۔ سر کی پچھلی جلد پر شدید جلن ہو رہی تھی، جبڑوں میں بھی درد ہو رہا تھا اور کمر میں تو ٹیسیں اٹھ رہی تھی۔

وہ فرش پر گرے کچلے مٹر کے دانوں کو یاسیت سے دیکھ رہی تھی۔اس کا وجود بھی فرش پر پھیلے کچلے مٹر کے دانوں جیسا ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔اس کا دل بند ہو رہا تھا کہ وہ ساری زندگی اس اذیت میں کیسے گزارے گی؟ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر بلک بلک کر رونے لگی تھی۔

☆☆☆☆

Clubb of Quality Content

اپریل کا موسم ٹھنڈا گرم سا تھا، کبھی بارش ہوتی تو ٹھنڈ نہ ہوتی تو گرمی ہو جاتی تھی۔موسمیاتی تبدیلیاں بھی انسان کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

یہی تبدیلیاں بسام میں بھی آئی تھی۔وہ ہمیشہ سے خاموش طبع تھا مگر اب کچھ اور ہی خاموش طبع ہو گیا تھا۔گھر ہوتا تو لیپ ٹاپ پکڑے بیٹھا رہتا اور ٹیوشن پڑھانے جاتا تو لیٹ آتا تھا۔کبھی کبھی سارا دن بھی باہر گزار لیتا تھا۔اس مہینے تو بجلی کا بل بھی زیادہ آگیا تھا، پتا لگا کہ حکومت نے میٹر بدلا تھا جس کی وجہ سے بل زیادہ آگیا تھا۔ناصرہ پریشان تو ہو گئی تھی مگر بسام کی

پریشانی دیکھتے ہوئے انہوں نے پریشانی کا زیادہ اظہار بھی نہیں کیا تھا۔نوال نے سوچا تھا کہ بس پیپرز دے کر اس اسکول سے جان چھڑائے گی مگر وہ اندھی نہیں تھی کہ ماموں کی پریشانی نہ دیکھتی۔اس نے نئے اسکول جانے کی ضد نہیں کی تھی اور بسام بھی اپنا وعدہ بھول گیا تھا۔نوال کے پیپرز تو اچھے ہو گئے تھے وہ اسکالرشپ پر نئے اسکول میں ایڈمیشن لے سکتی تھی مگر بسام کی پریشانی دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی تھی۔

ناصرہ اکثر رات کو جاگ جاتی تو بسام کے کمرے میں ضرور جھانکتی تھی۔ کبھی وہ تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے پایا جاتا تو کبھی بالکونی میں بیٹھے رجسٹر پڑھتے۔

ناصرہ ٹی وی پر نظریں گاڑھے جیسے کسی سوچ میں گم لگ رہی تھی اسے اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ نوال اپنا وہیل چیئر گھسیٹتے ہوئے نانی کے قریب آ گئی تھی۔

"نانی اماں۔"نوال نے ناصرہ کا کندھا ہلایا تھا۔

ناصرہ نے چونک کر گردن موڑی تھی۔

ٹی وی کے قریب لگی کھڑکی سے دن کی دھوپ کھڑکی کی شکلیں بناتا فرش پر گر رہا تھا۔

"آج ماموں کی سالگرہ ہے۔ماموں اداس رہتے ہیں۔مارکیٹ چلیں؟"

"مارکیٹ کیوں؟"

"موم بتیاں لینگے، بیلونز، فائر کریکر موم بتی اور کیک لینگے۔ ہم ماموں کی سالگرہ منائے گے، پلیز۔"

ناصرہ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی اور پھر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

دنوں نانی اور نواسی نے مل کر بیلونز پھلا پھلا کر ڈائننگ ٹیبل کے گرد دیوار پر غبارے چپکا دیے تھے۔ میز پر چاکلیٹ کیک رکھ کر اس میں فائر کریکر موم بتی اور دوسری موم بتیاں لگا کر سجا دیا گیا تھا۔ نوال نے ضد کر کے نانی کو سادہ شفعون کا پنک لباس پہنوایا تھا۔ خود بھی بالوں کی اونچی پونی بنا کر پنک بو لگا رکھی تھی۔ پنک سلیولیس فراک پہنے وہ دونوں کب سے لاؤنج میں بیٹھی بسام کا انتظار کر رہی تھی۔

بالآخر نوال اونگھنے لگی تھی اور گھڑی بارہ بجا رہی تھی جب فلیٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ نوال وہیل چیئر پر یک دم سیدھی بیٹھ گئی تھی اور ساتھ بیٹھی صوفے پر گردن ترچھی کر کے سوئی نانی کا کندھا جھنجھوڑا تھا۔

ناصرہ نے کچی نیند سے آنکھیں کھولی کر نوال کو دیکھا تھا۔

"ماموں آگئے۔ پارٹی پوپر پھاڑے۔" نوال سرگوشی نما آواز میں نانی کو ہدایت دینے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ناصرہ کی آنکھوں میں کچی نیند کا اثر تھا۔وہ گود میں رکھے پارٹی پوپر کو اٹھا کر اٹھی تھی۔بسام لاؤنج میں کھڑا آنکھیں چھوٹی کر کے غبارے اور کیکس کو دیکھنے لگا۔

ناصرہ بوتل کو دونوں ہاتھوں سے مخالف سمت موڑنے کی کوشش کر رہی تھی پر وہ پھٹ نہیں رہا تھا۔

"ادھر دیں نانی۔"نوال نے بدمزہ ہو کر ان کے ہاتھ سے بوتل پکڑی تھی۔

اس نے سوچا تھا جیسے ہی ماموں داخل ہونگے ان کے چہرے پر پارٹی پوپر پھاڑے گی مگر پلان ٹھپ ہو گیا تھا۔وہ بوتل مروڑ رہی تھی مگر پوپر پھٹ نہیں رہا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"وہ دو قدم آگے بڑھا تھا۔

"آپ کی سالگرہ کی تیاری کی تھی مگر یہ پوپر۔۔۔"اس نے مایوسی سے پوپر پر فرش پر پھینکا تھا تو بوتل کی فرش سے ٹکرانے کی آواز گونجی تھی"خیر نانی تالی بجائے۔"نوال نے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر نانی کو دیکھا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔"

ناصرہ تالیاں بجاتے ہوئے نوال کا ساتھ دے رہی تھی اور بسام سینے پر ہاتھ لپیٹے دونوں کو دیکھ رہا تھا جو ہیپی برتھ ڈے کا گانا سنا کر تالیاں بجاتی رہیں۔

"چلیں کیک کاٹے جلدی کرے۔"نوال وہیل چیئر کو گھماتی میز کے دوسری طرف گھسیٹنے لگی۔

"تھینک یو۔"بسام ہلکا سا مسکرایا تھا اور لیپ ٹاپ بیگ صوفے پر پھینکتا میز کی طرف بڑھا تھا۔

ناصرہ نے کیک پر لگی موم بتیوں میں سے بڑی موم بتی کو ماچس کی تیلی لگائی تھی کہ یک دم اس میں سے فوارے پھوٹ پڑے۔ناصرہ گھبرا کر پیچھے ہٹی تھی اور نوال نے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پیشانی پر ماری تھی۔

"ارے مجھے کیا پتا تھا کہ یہ ایسے پھٹے گا۔"نانی نے شرمندہ ہوتے ہوئے نوال کو دیکھا تھا۔

بسام ان کی حرکتوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا اور آگے بڑھ کر ناصرہ کا سر چوما تھا۔

"ان موم بتیوں کی ضرورت نہیں ہے بس ایسے ہی کیک کاٹ لیتے ہیں۔پتا نہیں اس ندیدی نے اتنا انتظار کیسے کیا۔"

کیک پر لگی موم بتی سے اب دھواں اٹھ رہا تھا۔نوال نے زبان نکال کر اسے چڑانے والی شکل بنائی تھی۔

وہ نوال اور ناصرہ کے بیچ میں کھڑے ہو کر کیک کاٹنے لگا۔کیک کا چھوٹا سا ٹکرا اس نے ماں اور بھانجی کو کھلایا تھا اور اس کے بعد کیک کے بڑے بڑے پیسز پلیٹ میں ڈالے وہ تینوں لاؤنج

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں بیٹھے کھا رہے تھے۔ کیک کھاتے ہوئے وہ تینوں ہلکی پھلکی باتیں کر رہے تھے کوئی بھی نہ ماضی یاد کر رہا تھا نہ حال۔ اگر کوئی غم تھا بھی تو وہ کچھ وقت کے لیے بھول جانا چاہتے تھے۔

بسام شرٹ کے بازو موڑے بالکونی میں نکل آیا تھا اور رجسٹر ہاتھ میں پکڑے وہ کرسی منڈیر کے قریب کھینچ کر بیٹھا تھا۔ وہ آج کل شہباز کے رجسٹر کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اب بھی وہ رجسٹر کا صفحہ کھولے اپنے ماتھے کے قریب بالوں کو بکھیر رہا تھا جب اس کا ٹراؤزرز کی جیب میں پڑا فون بجنے لگا تھا۔ بسام جیب سے موبائل نکال کر اسکرین پر نام دیکھنے لگا۔ بہت وقت بعد اس نمبر سے فون آیا تھا۔

"ہیلو۔ کیسی ہیں آپ رئیسہ آنٹی؟" وہ فون کان سے لگاتا ہلکا سا مسکرایا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆☆

آج تو صبح سے ہی نہایت تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔

وہ کندھے سے کراس صورت ڈوپٹہ باندھے پورچ میں جھاڑو لگا رہی تھی۔ کمر میں پچھلے کئی دنوں سے درد ہو رہا تھا۔ کتنی بار تو اس کا ہاتھ گرم توے سے اور کبھی گرم دیگچے سے لگ کر جلا تھا۔ اس کی انگلیوں کی پوروں پر چھری کے کٹس پڑ گئے تھے۔ ماں کے گھر تو بہت نخرے دکھا کر وہ بس جھاڑو لگاتی تھی یا دل کیا تو کپڑے دھو کر سوکھنے کے لیے لٹکا لیے۔ اس سے

گھر میں کھانا کم ہی پکواتے تھے اور یہاں اسے دو وقت کا کھانا بنانا پڑتا تھا وہ بھی بدر کو پسند نہیں آتا تھا۔

وہ فرش پر گرے پتوں کا ڈھیر گیٹ کے قریب جمع کر چکی تھی کہ بیل کی آواز گونجنے پر افاف اپنی جگہ اچھلی تھی۔اس کا اوپر کا سانس اوپر ہی رہ گیا تھا۔

بیل ایک دو بار اور بجی تھی۔افاف گہرا سانس بھرتی بیل اگنور کرتی اندر کی جانب بڑھ رہی تھی کہ شناسا آواز پر اس کے قدم رکے تھے اور دل دھڑکنے لگا تھا۔

"گھر پر کوئی ہے؟"

صاعقہ آنٹی کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔یقیناً اماں نے اسے یہاں بھیجا ہو گا۔

بہت سے آنسو افاف کے گلے میں پھنس گئے تھے۔

"گھر پر کوئی ہے؟" اب کے انہوں نے دروازہ بجایا تھا۔

افاف منہ پر ہاتھ رکھے سسکی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ماں کے محلے سے آنے والی عورت بھی پھر شادی کے بعد لڑکی کو بہت بھلی لگتی ہے۔افاف کا دل چاہا کہ وہ دروازہ کھول کر انہیں گلے لگا لے مگر دروازہ باہر سے لاک تھا۔

"بیٹی میں نے دیکھ لیا ہے تمہیں۔" صاعقہ آنٹی گیٹ کی سلاخوں کے بیچ فاصلے سے اسے دیکھ چکی تھی۔

افاف نے بمشکل بہت سا تھوک نگل کر آنسو اندر کھینچنے کی کوشش کی تھی پھر بھی آنکھیں دھندلی ہو رہی تھی۔

"بیٹی دروازہ کھولو۔"

افاف آہستہ آہستہ گیٹ کے قریب جا رہی تھی مگر یک دم بدر کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے تھے۔

اس نے سر اٹھا کر آنکھیں چھوٹی کر کے سیلنگ پر نظر دوڑائی تھی۔ اسے بلب کے قریب چھوٹا سا سی سی ٹی وی لگا نظر آیا تھا جس کی ننھی سرخ بتی جل رہی تھی۔

"گھر پر مہمان آنے والے ہیں آنٹی۔ اس وقت آپ واپس چلی جائیں۔ میں خود کسی دن آجاؤں گی۔" افاف نے بمشکل آواز ہموار رکھی ہوئی تھی۔

"تالا کیوں لگا ہوا ہے جب مہمان آنے والے ہیں؟"

"آپ جائیں نا پلیز۔" افاف نے زچ ہو کر کہا تھا اور فوراً سے اندر کی طرف بڑھی تھی۔

"اچھا دو منٹ تو بات کر لو بیٹی۔ بات سنو۔" وہ سلاخ میں فاصلے سے اسے اندر جاتا دیکھ رہی تھی اور پھر وہ غائب ہو گئی۔

چھت پر کھڑی لڑکی پر سوچ نظروں سے یہ سارا منظر دیکھ چکی تھی۔

افاف مین دروازہ بند کر کے وہی فرش پر بیٹھ کر دھاڑے مار مار کر روئی تھی۔ وہ اتنی زور سے چیخ رہی تھی جیسے باپ اور بھائی کی موت تو آج ہی ہوئی ہو۔

سوگوار سے دن کی شام بھی سوگوار تھی۔

اماں صحن میں چار پائی پر بیٹھی ہوئی تھی اور صاعقہ انہیں وہاں کا حال سنا رہی تھی۔ محلے کی ایک دو اور خواتین بھی پاس ہی موڑا ڈالے افسوس سے افاف سے ملاقات کی روداد سن رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"تمہیں نہیں پتا تھا کہ وہ ایسے لوگ نکلے گے ؟" غزالہ نے افسوس سے صاعقہ کو دیکھا تھا۔

"میں کوئی اس کے گھر میں تھوڑی رہی تھی۔ میں تو بس ماں باپ کو رشتہ بتاتی ہوں باقی ان کا پتا لگوانا تو ماں باپ کا کام ہے۔" صاعقہ نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

"اتنی پیاری بچی کا کیا حال کر دیا۔ چچ۔گھر پر تالا لگا کر رکھتا ہے۔اس سے اچھا تو تم اس کے ہم عمر لڑکے سے ہی شادی کر دیتی۔اب بھی تو اکیلی رہ رہی ہونا۔"بتول نے مزید اماں کا دل دکھایا تھا۔

"کاش۔"اماں کے جھریوں زدہ چہرے پر آنسو گرا تھا"اسے اچھی جگہ شادی کا شوق تھا۔گھومنے پھرنے کا،اچھا پہننے کا اور اچھے شوہر کا۔مجھ سے کیا بڑی غلطی ہو گئی ہے۔"وہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر ماتھا ٹکائے غمزدہ لگ رہی تھی۔

دل غم سے پھٹ رہا تھا۔کاش وہ وقت کو پیچھے موڑ سکتی تو کبھی افاف کی شادی وہ اتنی بڑی عمر کے کرخت مزاج آدمی سے نہ کرتی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆☆

ڈائننگ روم میں بس ایک ہی لائٹ لگائی گئی تھی۔اتنے بڑے ڈائننگ روم میں ایک لائٹ ناکافی تھی مگر اس گھر میں ہر چیز پر بچت کی جاتی تھی۔

افاف بالوں کو کس کر چوٹی میں باندھے،سادے سے کوٹن کے ٹراؤزر شرٹ اور ڈوپٹے میں ملبوس بدر کی پلیٹ میں کھانا ڈال رہی تھی۔وہ اس دن سے بدر سے خوفزدہ رہنے لگی تھی۔اس کی کوشش ہوتی تھی کہ جب تک بدر سو نہ جاتا وہ کمرے میں جانے سے گریز

کرتی۔ وہ اس سے خائف رہنے لگی تھی۔ اسے ہمیشہ سے کھلے بال پسند تھے پر اب وہ بال باندھ کر رکھا کرتی تھی۔ اسے اسکن کیئر کا نہایت شوق ہوتا تھا اور اب اسے فکر ہی نہیں تھی کہ اس کی اسکن کیسی لگتی ہے۔ دل جو مر گیا تھا۔

بدر روٹی کا ٹکڑا توڑ کر بھنڈی کا لقمہ بنا کر منہ میں رکھ رہا تھا۔

افاف اس کے بائیں طرف بیٹھ کر اپنے پلیٹ میں بھنڈی نکال رہی تھی کہ بدر نے پلیٹ اٹھا کر پٹاخ سے فرش پر پھینکی تھی۔ بھنڈی پلیٹ سے نکل کر فرش پر گر گئی تھی۔

افاف کے ہاتھ سے چمچ میز پر گر گیا تھا۔ خوف سے اس کا دل جیسے بند ہو گیا تھا۔ وہ ساکت آنکھوں سے بدر کو دیکھ رہی تھی جس کی کنپٹی کی نس پھول گئی تھی۔

"تمہیں کھانا پکانا کب آئے گا؟" وہ میز پر رکھے دنوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے اسے دیکھ رہا تھا" کتنے چانسز دوں تمہیں؟ تم اپنے باپ کے گھر پر نہیں ہو کہ رزق برباد کرتی پھرو گی۔ تمہیں تمہاری ماں نے دوست بنانے کے علاوہ اور کچھ نہیں سکھایا؟"

اس کے الفاظ افاف کے دل میں کھبے تھے۔ اس کی تو محبت کرنے کی خواہش دل میں ہی رہ گئی تھی۔ کوئی ملا ہی نہیں جس سے وہ محبت کر سکتی پھر یہ کونسے دوست یار ہیں جن کا ذکر بدر کرتا رہتا تھا؟ وہ اتنا برا اور بدگمان کیوں تھا؟

"م۔۔۔میرے ہاتھ میں۔۔۔"اس نے تھوک نگلا تھا"ذائقہ ہی نہیں ہے۔"

"بہانے مت کرو۔اس بہانے سے تمہیں لگتا ہے میں کوئی نوکر رکھوادونگا تمہیں؟"وہ کرسی دھکیلتا کھڑا ہو گیا تھا"تمہاری وجہ سے باہر کا کھانا کھانا پڑے گا۔کیسی بدبخت عورت ہو اپنے شوہر کو دو گھڑی آرام بھی نہیں دے سکتی۔"وہ کرسی کو پیر سے جھٹکا دیتے مین دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

افاف کا دل اب تک بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔اسے اب اٹھا پٹخ سے خوف آنے لگا تھا۔وہ منجمند ہو جاتی تھی۔

بہت زمانوں پہلے کا منظر اس کی نظروں کے سامنے گھوما تھا جب وہ لوگ طوبیٰ کے گھر رہتے تھے اور اسے کھانا بنانے کا شوق چڑھا تھا۔

بھائی اس کے کھانے کی تعریف کرتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ اسے کوکنگ کی کیا ضرورت ہے جب گھر میں کک ہے۔ایک دفعہ تو اس نے بھائی کو چھپکے سے ٹشو پیپر میں لقمہ تھوکتے دیکھ لیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آنسو افاف کی ہتھیلی کی پشت پر گرا تھا تو وہ نیم اندھیرے سے ڈائننگ روم میں واپس آگئی تھی۔اسے بھائی شدت سے یاد آئے تھے۔گھر میں کبھی کسی نے اسے نہیں کہا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ذائقہ نہیں ہے۔اسے تو یہاں آکر پتا چلا تھا۔

وہ سر کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر وہیں بیٹھی رہی۔دل مزید بوجھل ہوتا گیا۔

☆☆☆☆

رئیسہ آنکھوں پر نظر کا چشمہ چڑھائے پرچی پر کچھ دوائیاں لکھ رہی تھی۔

کھڑکی سے پردے ہٹے ہوئے تھے اور دھوپ کھڑکی سے آتی ان کے پشت پر پڑ رہی تھی۔

ان کی میز پر دائیں طرف رکھا فون وائبریٹ کر رہا تھا۔انہوں نے کن اکھیوں سے فون کی اسکرین دیکھی تھی اور فون کو اگنور کرتے پرچی خاتون کی طرف بڑھائی تھی۔

"آپ کا بے بی ہیلدی ہے۔الٹرا ساؤنڈ اگلے مہینے ہو گا۔"

"شکریہ ڈاکٹر۔"خاتون مسکرا کر پرچی پکڑتی دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

اس کے باہر نکلتے ہی انہوں نے موبائل اٹھایا تھا اور گرین کلر پر انگلی پھیر کر فون کان سے لگایا تھا۔

"سوتیلی ماں کی یاد کیسے آگئی۔"رئیسہ نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے سر کرسی کی پشت سے لگایا تھا۔

"سوری۔"

"کیا؟"رئیسہ کے ابرو حیرت سے پھیل گئے تھے۔

"مجھے realize ہو رہا ہے کہ میں نے اور عالیہ آنٹی نے آپ کے ساتھ زیادتی کی۔"

"ایک منٹ۔"رئیسہ کرسی سے ٹیک ہٹا چکی تھی"یہ کوئی اور گیم ہے تمہاری اور عالیہ کی؟"

"میرے ساتھ تو خود گیم کھیلا ہے انہوں نے۔"ضیغم نے گہرا سانس بھرا تھا۔

"مجھے اتنا ارجنٹ کیوں باہر بھیجا گیا؟"

(**کیونکہ تم نے قتل کیے ہیں۔**) رئیسہ نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکتے ہوئے سوچا تھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ ڈیڈی کو لگتا ہے وہ ہمیشہ مجھے کنٹرول کرینگے۔"اس نے ٹچ کی آواز نکالی تھی۔وہ شاید کسی ایسی جگہ پر بیٹھا تھا جہاں سے گاڑیاں گزر رہی تھی۔

"مجھے ایک لڑکی پسند تھی۔"

"ایک منٹ۔یہ اتنی intimate details تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیونکہ جیسے آپ کے ساتھ دھوکہ ہوا ایسے ہی میرے ساتھ بھی ہوا۔مجھے اس لیے انہوں نے لیڈز بھیجا تاکہ میں اس لڑکی سے دور ہو سکوں اور ان کا پلان تھا کہ یہ لوگ اس لڑکی کی شادی کروا کر اسے مجھ سے دور کر دینگے۔"

"یہ لوگ کون؟"

"جیسے آپ کو پتا ہی نہیں۔"اب کے وہ جھنجلایا تھا"عالیہ آنٹی اور ڈیڈی۔"

"اچھا میں اب کیا کروں؟میرے پیشنٹس باہر انتظار کر رہے ہیں۔میرے پاس تمہاری unrequited love اسٹوری سننے کا وقت نہیں ہے۔"

"آپ کی ہیلپ چاہیے۔پلیز۔"

"مجھے کیا فائدہ ہو گا؟"رئیسہ نے آنکھوں سے عینک اتار کر میز پر رکھا تھا۔

"کوئی فائدہ جو اب تک آپ کو حاصل نہیں ہوا وہ آپ مجھ سے حاصل کر سکتی ہیں۔"

"کرنا کیا ہے؟"

"دو کام ہیں۔"

"میں سن رہی ہوں۔"

رئیسہ سامنے دیوار پر لگی اپنی فریمڈ ڈگریوں کو دیکھتے ہوئے اسے سن رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

☆☆☆☆

آسمان نہایت کالی اور تاروں سے بھری لگ رہی تھی۔ چاند کی ننھی سی لکیر اسے آسمان پر دکھائی دے رہی تھی۔ آج دسویں کا چاند تھا۔ کل بڑی عید تھی اور اسے کسی قسم کی خوشی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وقت بہت تیزی سے گزرا تھا۔ ابھی چھوٹی عید پر تو اس کا نکاح ہوا تھا اور بھیانک دور کا آغاز ہوا تھا اور اب بڑی عید آگئی تھی۔ پتا نہیں اماں کیا کر رہی ہونگی؟ صاعقہ آنٹی نے انہیں سب بتا دیا ہو گا۔ انہوں نے گھر پر لگا تالا بھی دیکھ لیا ہو گا۔ اماں کتنا اداس ہوئی ہونگی، روئی بھی ہونگی۔ وہ کتنا بے بس محسوس کر رہی ہونگی۔

ہلکی ہوا اس کے کانوں کے پاس کے بال اڑا رہی تھی۔ چائے کا خالی کپ اس کے پیروں کے قریب پڑا ہوا تھا۔

"عید کی کیا تیاری ہے؟" خاموشی میں نسوانی آواز گونجنے پر اافاف اپنی جگہ اچھلی تھی۔

اسے گھر کی خاموشی کی اتنی عادت ہو گئی تھی کہ اب اونچی آوازوں سے ڈر لگتا تھا۔

اس نے گردن دائیں طرف موڑی تھی۔ عائشہ اپنے گھر کی منڈیر پر دونوں ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

بدر بکرا منڈی گئے ہوئے تھے اس لیے وہ چھت پر بیٹھی ہوئی تھی ورنہ اس وقت وہ کمرے میں بیڈ پر لیٹی سونے کی ناکام کوشش کرتی۔

"بس ٹھیک ہے۔" افاف دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آپس میں مسلنے لگی۔

"تم اتنی سادی کیوں رہتی ہو؟ اتنی خوبصورت ہو تم۔ میں نے تو شادی شدہ لڑکیوں کو ہر وقت تیار دیکھا ہے اور تم اتنے پھیکے رنگ کے سادے کپڑے پہنتی ہو۔" عائشہ منڈیر پر جھکی اسے دیکھ رہی تھی۔

افاف نے گردن جھکا کر اپنے کپڑوں کو دیکھا تھا۔ اس نے واقعی گرے رنگ کی ٹوٹی ہوئی استری کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بال بھی چھ دن پہلے دھوئے تھے۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا۔ گھریلوں خواتین تو ایسی ہی ہوتی ہیں۔"

"ایسی نہیں ہوتی۔" اس نے ترنت کہا تھا "میں بھی تو گھریلوں ہوں اور میری شادی کو پانچ سال ہو گئے ہیں اور دو بچے ہیں مگر میں اپنے بالوں اور اسکن کا خیال رکھتی ہوں۔ میرے شوہر کو تو میں سجی سنوری اچھی لگتی ہوں۔"

Clubb of Quality Content

افاف نے ہلکا سا مسکرا کر سر کو خم دیا تھا۔وہ اس بات کا کیا جواب دیتی۔اس کا دل ہی مر گیا تھا ۔ہر خوشی کا تعلق تو پھر دل سے ہوتا ہے۔اس کے شوہر نے بھی تو اب تک اس کی خوبصورتی کی کوئی تعریف نہیں کی تھی۔

"تم اپنا نمبر دو مجھے ؟"

"مجھے یاد نہیں ہے۔"افاف گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھی"مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔"

"تم نے اس دن آنٹی کو کیوں اندر آنے نہیں دیا؟"وہ ابرو بھینچ کر اسے کھوجتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔

افاف نے تھوک نگلا تھا۔

"مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔" بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے وہ مڑی تھی۔

"تمہارا شوہر تمہارا خیال نہیں رکھتا؟"

"آپ بہت سوال کرتی ہیں۔"

"تم بہت پر اسرار ہو۔اچھا سنو۔"وہ جلدی سے افاف کو اندر جاتا دیکھ کر اونچی آواز میں بولی تھی"تمہیں کبھی ہیلپ چاہیے ہو تو مجھے کہہ سکتی ہو۔"

افاف سنی ان سنی کرتے ہوئے اندر غائب ہو چکی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆☆

سیگل محل میں ڈائننگ ہال کے پردے ہٹا دیے گئے تھے۔

باوردی ملازم ہال کے کونوں میں کھڑے تھے۔ علی سربراہی کرسی پر بیٹھا کانٹے سے انڈا توڑ رہا تھا۔ رئیسہ بالوں میں کرلز ڈالے، سولڈ کلر کا کورڈ سیٹ پہنے توس کھاتے ہوئے کن اکھیوں سے علی کو دیکھ رہی تھی۔

"مختار بھی ضیغم کے ساتھ ہے؟"

"ہوں؟" علی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا جیسے چونکا ہو۔

"ضیغم کے ساتھ مختار ہے؟ وہ کافی کلوز ہے نا اس سے۔"

"نہیں۔ اسے گاؤں جانا تھا اپنے۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" انہوں نے نیپکن سے ہونٹ تھپکے تھے۔

"ویسے ہی۔ ضیغم کب آئے گا؟"

"تمہیں بہت یاد آرہا ہے؟" وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔

"آپ اداس ہیں نا اس کے بغیر۔ بچوں سے کیسی ناراضی۔ حالانکہ اس نے کبھی میری عزت نہیں کی مگر میں آپ کی اداسی نہیں دیکھ سکتی۔ اسے بلا لیں۔" وہ نرم لہجے میں کہتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں اس سے ناراض نہیں ہوں۔" علی سر پیچھے کو ڈھلکا کر چھت پر لگے فانوس کو دیکھنے لگے۔

رئیسہ انہیں چند لمحے دیکھتی رہی اور پھر ٹیبل پر پڑے نیپکن سے منہ تھپک کر اٹھی تھی۔

وہ گاڑی کو ابن سینا روڈ پر بھگا رہی تھی اور آج ان کا رخ اپنے کلینک کی طرف نہیں تھا۔ وہ ایک سفید عمارت کے سامنے بنی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر چکی تھی اور اپنا پرس اٹھا کر گاڑی سے نکلی تھی۔ وہ ہیل کی ٹک ٹک کرتی زرا کی زرا مڑی تھی۔ اس کا کب سے تعاقب کیا جا رہا تھا اور آج وہ اس تعاقب کار کو وہ دینے والی تھی جس کام کے لیے اس نے پیسے لیے ہوئے تھے۔

اس نے اس عمارت میں ایسے کمرے کا انتخاب کیا تھا جس کی کھڑکیاں بڑی اور وسیع تھیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور نوجوان لڑکا ان کے عین سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"کیسے ہو بسام؟"

☆☆☆☆

گلی صبح سے ہی گیلی تھی اور اس میں سرخ خون بھی شامل تھا۔ ظاہر ہے عید کے پہلے دن جانور کو قربان کی جاتا ہے تو گلیاں یوں ہی سرخ خون سے بھری ہوتی ہیں۔ بلیوں کے مزے ہوتے ہیں اور مانگنے والے علی الصبح گوشت مانگنے کے لیے نکل جاتے ہیں۔

کچن میں صبح سے کئی گھروں سے آیا گوشت یوں ہی شاپر میں لپٹا پڑا ہوا تھا۔ ابو جی، شہباز اور افاف کو گوشت بہت پسند ہوتا تھا، اب وہ تینوں ہی نہیں تھے تو گوشت کا کیا کرنا تھا۔ وہ دل کو بہلانے کی کوشش کرتی تھی کہ باقی دونوں کی طرح افاف بھی ان کے لیے مر چکی ہیں پر زندہ اولاد کو مردہ تصور کرنا ماں کے لیے کٹھن ہوتا ہے اور جب اولاد زندہ ہو مگر اسے دیکھنے سے روکا جائے تو اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں ہے۔

انہوں نے پھیکے سے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور دل کسی چیز میں نہیں لگ رہا تھا۔ الماری کھول کر کبھی افاف کے کپڑوں کو چومتی اور کبھی شہباز کے۔ آنکھیں تھیں کہ رو رو کر سوجھ گئی تھیں۔ وہ ان چند مہینوں میں زیادہ بوڑھی لگنے لگی تھی۔

الماری بند کر کے وہ بیڈ کی طرف بڑھی تھی کہ گھنٹی بجی تھی۔وہ کوفت سے گہرا سانس بھرتے ہوئے صحن کی طرف نکل آئی تھی،انہوں نے سوچ لیا تھا اب کسی محلے والے نے گوشت دیا تو وہ نہیں لیں گی۔اتنے زیادہ گوشت کا انہوں نے کیا کرنا ہے۔گیٹ کھول کر وہ اپنی جگہ منجمند رہ گئی تھی۔بسام نوال کے وہیل چیئر کے پیچھے کھڑا تھا۔

بیٹھک کی تمام لائٹس آج بہت عرصے بعد جلی تھیں۔نوال کا وہیل چیئر اماں کے صوفے کے قریب رکھا ہوا تھا اور اماں نوال کے دونوں ہاتھوں کو ہونٹوں سے لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔بسام پچھلے پندرہ منٹ سے انہیں زار و قطار روتا ہوا دیکھ رہا تھا۔اس نے کتنی بار پوچھا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک ہے پر وہ جواب نہیں دے رہی تھیں۔

"دادی آپ ٹھیک ہیں؟"بسام کے آنکھوں کا اشارہ سمجھتے ہوئے نوال نے دادی کو دیکھا تھا۔

اماں نے ناک سے گیلی سانس کھینچتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔وہ پچھلے کئی مہینوں سے اس گھر میں اکیلی رہ رہی تھیں۔ان سے بات کرنے والا کوئی نہیں تھا۔وہ دل کا بہت سا حال محلے والوں کو نہیں بتا سکتی تھیں،رات کو ڈر جاتی تو کسی کو نہیں بلا سکتی تھیں۔رونے کو دل کرتا تو چپ کرانے والا کوئی نہیں تھا۔وہ بالکل اکیلی رہ گئی تھی اور اس سب میں پہلی بار ان کی پوتی ان سے ملنے آئی تھی۔انہوں نے متشکر نظروں سے بسام کو دیکھا تھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"بہت شکریہ اس کو یہاں لانے کے لیے۔امی کو بھی لے آتے۔"انہوں نے نوال کے ہاتھ چھوڑیں تھے اوراب ڈوپٹے سے دونوں آنکھوں کو پونچھ رہی تھیں۔

"بس وہ کچھ مصروف تھیں۔"

"میں چائے کا بندوبست کر دوں۔"

"بیٹھیے پلیز۔"انہیں اٹھتا دیکھ کر بسام نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کو کہا تھا"ہم آپ سے ملنے آئے ہیں چائے کا تکلف نہ کریں۔"

"برا لگتا ہے نا۔"انہوں نے نوال کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

نوال جواباً مسکرائی تھی۔

"نہیں آپ بس چائے کا تکلف نہ کریں۔بیٹھیے پلیز باتیں کریں آپ نوال سے۔"

صبیحہ نے مسکرا کر سر کو خم دیا تھا۔کچھ لمحے یونہی خاموشی میں گزرے۔اماں غور سے بسام کو دیکھنے لگی۔اس نے بال اچھے سے برش کر کے ماتھے پر کھلے سے پھیلائے ہوئے تھے،چہرے پر ہلکی سی داڑھی رکھی تھی پر ہونٹ کا تل نمایاں تھا۔دراز قد کا خوبصورت لڑکا۔

"پھوپھو کیسی ہیں؟"

نوال کے سوال نے ان کا ارتکاز توڑا تھا۔انہوں نے گیلی نظروں کے ساتھ نوال کی طرف گردن موڑی تھی۔ان کی آنکھوں میں یک دم اداسی بھر گئی تھی۔بسام غور سے انہیں دیکھنے لگا۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے۔"انہوں نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے چہرہ بسام کی طرف پھیرا تھا۔

بسام کا دل بجھ سا گیا تھا۔اسے دکھ ہوا تھا کہ افاف نے اسے نہیں چنا پر اس نے یہ بھی کبھی نہیں چاہا تھا کہ وہ خوش نہ ہو۔

"وہ بیمار ہیں؟"نوال نے فراک کے گلے سے لٹکے بیڈز سے کھیلتے ہوئے دادی کو دیکھا تھا۔

"نہیں۔بس مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

"کیا ہوا ہے آنٹی؟"بسام صوفے پر تھوڑا سا آگے ہو کر بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔

"میں نے اسے کئی مہینوں سے دیکھا نہیں ہے۔اس کا شوہر سخت مزاج کا ہے۔"وہ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے مسل رہی تھیں"میں خود غرض ہو گئی تھی۔میں نے اس کی شادی بڑی عمر کے مرد سے کر دی یہ سوچ کر کہ وہ مال دار ہے اور مجھے بھی ساتھ

رکھنے پر راضی ہے پر۔۔۔"انہوں نے گیلی آنکھیں اٹھا کر بسام کو دیکھا تھا" وہ جھوٹا نکلا۔پتا نہیں کیسی ہے میری بیٹی۔"

بسام کا دل بھی جیسے کسی نے ٹکڑوں میں توڑ دیا تھا۔ایسا شوہر تو وہ ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔اس کی بے رخی یک دم ہی بسام کو یاد آئی

تھی۔

نوال انہیں اپنے اسکول سے نکالے جانے اور نئے اسکول کا قصہ سنانے لگی۔ کتنی ہی دیر وہ دونوں باتیں کرتی رہیں اور بسام ہونٹوں پر بائیں ہاتھ کی مٹھی رکھے فرش کو گھورتا رہا۔اسے یک دم احساس ہوا تھا کہ بیٹھک میں خاموشی ہو گئی ہے۔

"میں نوال کے لیے کچھ بنا لوں نا۔"

"شہباز بھائی۔۔۔"انہیں اٹھتا دیکھ کر بسام نے بات کا آغاز کیا" نے کچھ بتایا کبھی ؟آئی مین آپ کو بھی پتا ہے کہ وہ اپنے آخری دنوں میں ڈسٹرب تھے۔کچھ بھی جو ہیلپ فل ہو۔"

"کیا کہتا؟"شہباز کے ذکر پر ان کا دل پھر سے بھر آیا تھا"لیکن اس نے شافعہ کے لیے کیس لڑنا تھا۔اس نے بڑے لوگوں کے ساتھ ٹکر لینے کی کوشش کی۔مجھے یقین نہیں ہے کہ اس نے خودکشی کی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نوال گود میں دونوں ہاتھ رکھے دادی کو دیکھ رہی تھی۔ صبیحہ نے شہباز کی خودکشی پر کبھی اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ آج پہلی بار وہ کھل کر بات کر رہی تھیں۔

"کسی کو بھی یقین نہیں ہے۔" بسام نے گردن کھڑکی کی طرف موڑی تھی۔ کھڑکی سے باہر شام ڈوبتی دکھائی دے رہی تھی "کیا آپ لوگ سیگل فیملی کو جانتے ہیں؟ مطلب کے شہباز بھائی جج رہ چکے ہیں، کیا کبھی ان کی فیملی میں سے کوئی آپ سے رابطے میں رہا ہے؟"

"شہباز کی موت پر اسکا بیٹا آیا تھا افسوس کرنے۔ ہماری کبھی ملاقاتیں نہیں رہیں ان کے ساتھ۔ اکثر ڈنرز پر شہباز جاتا تھا بس ایک ہی بار ہم گئے تھے تب دور سے ہی ان کو دیکھا تھا۔ لیکن ہم ان کو قریب سے نہیں جانتے۔"

"میں نے ان کی وہ پریس کانفرنس دوبارہ دیکھی تھی جس میں انہوں نے کچھ ثبوتوں کی بات کی تھی اور وہ سیگل فیملی پر کیس کر رہے تھے مگر پھر وہ ثبوت کہاں گئے؟ پولیس نے شہباز بھائی کی چیزیں واپس کی تھیں؟"

صبیحہ اپنی انگلیوں کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کہ انہیں کیا کچھ دیا گیا تھا۔

"اس کی گاڑی مگر وہ تو مرتضیٰ صاحب نے بیچ دی تھی۔ اس کا سویٹر مگر وہ طوبیٰ کے پاس ہے اور اس کا والٹ بھی۔"

"اور ان کا فون؟"

"یہ نہیں پتا مجھے۔"

"کیا آپ پتا کر سکتی ہیں؟"

"بیٹا۔" وہ اداسی سے مسکرائی تھیں "طوبیٰ سے اب ہماری بات چیت نہیں ہے۔ وہ شافعہ کی وجہ سے میرے بیٹے سے ناراض ہو گئی تھی اور اس کے جانے کے بعد تو اس نے ہمارا حال احوال ہی پوچھنا چھوڑ دیا۔ اب تو وہ باہر چلی گئی ہے، افاف کی شادی پر بھی نہیں آئی۔" ان کے لہجے میں گلہ اور دکھ تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بسام بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھنے کی تیاری کرنے لگا جب اماں کی بات پر وہ ٹھٹکا تھا۔

"بیٹا تم شہباز کے نقش قدم پر مت چلنا۔ تم بھی اپنی ماں کی اکلوتی اولاد ہو اور تمہاری ماں بھی اولاد کا غم دیکھ چکی ہیں۔ دوسری اولاد کھو دینے سے ماں نیم پاگل ہو جاتی ہے۔ تم انہیں یہ دکھ مت دینا۔" ان کا گلہ بھر گیا تھا۔

بسام آگے بڑھ کر ان کے دائیں طرف بیٹھا تھا اور انہیں گلے سے لگایا تھا۔ صبیحہ بسام کے کندھے سے لگ کر سسکنے لگی تھیں۔ نوال کی آنکھیں بھی پانی سے بھرنے لگی۔

بس اس گھر کی در و دیوار اب آنکھوں سے بہتا پانی دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔

☆☆☆

گولف کلب میں عالیہ اور علی کے بیچ میں اچھا میچ چل رہا تھا۔

احمد دور اپنی بیٹی کے ساتھ گولف کھیل رہے تھے اور رئیسہ ہیٹ پہنے درخت تلے کھڑے انہیں دیکھ رہی تھی۔ان کا سفید پاؤں تک آتا فراک ہوا سے پھڑ پھڑا رہا تھا۔

عالیہ ہاف اسپورٹ کیپ پہنے علی کو ہرا رہی تھی۔

رئیسہ کا فون تھر تھرایا تھا۔رئیسہ نے اسکرین پر میسج پڑھا تھا اور پچ کی طرف بڑھی تھی۔

"آپ سے بات کرنی ہے۔"

"آخری بال رہتی ہے۔" عالیہ نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔انہیں لگ رہا تھا کہ رئیسہ ان کی اٹینشن لینا چاہ رہی ہے۔

"اوکے مجھے کیا۔ ضیغم نے کسی کا مرڈر کر دیا ہے۔جب گیم ختم ہو جائے تو مجھے بتا دیجیے گا۔" وہ کندھے اچکاتی مڑی تھی۔

"رکو۔" علی کی گرج دار آواز پر وہ سہم کر رکی تھیں۔

عالیہ کے ہاتھ سے گولف اسٹک گر گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"کیا بکواس کر رہی ہو، ہاں ؟" علی طیش میں آگے بڑھ کر اس کا کندھا اپنی طرف موڑ چکے تھے۔

"یہ دیکھیں۔"

اس نے اپنا فون علی کی طرف بڑھایا تھا۔

علی کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اس کے فون کی اسکرین دیکھنے لگے۔

اسی وقت ایک ساتھ عالیہ اور علی دونوں کا فون بجا تھا۔

جاری ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842